مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور نے احمدیہ مشن لنڈن کے کام میں روز افزوں اضافہ کو مدنظر رکھکر وہاں ایک تیسرا مبلغ رکھنے کی تجویز کی ہے۔ اور اس کے سالانہ اخراجات کے لئے جن کا اندازہ چار ہزار کیا گیا ہے۔ خواتین سلسلہ میں تحریک فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں اس مشن پر پانچ ہزار کے قریب جو پہلے قرض ہے۔ اس کی ادائگی بھی خواتین کے ذمہ قرار دی ہے۔ اس تحریک میں مقامی خواتین نے بہت سرگرمی سے حصہ [illegible] روپیہ نقد جمع کر دینے کے علاوہ [illegible] رقم کے وعدے بھی کئے ہیں۔ [illegible] حضور نے یہ شرط خاص طور پر لگائی ہے کہ خواتین مردوں سے روپیہ لے کر اس چندہ میں نہ دیں۔ بلکہ اپنے پاس سے یا اپنے اخراجات کو کم کر کے دیں۔ تاکہ دین کے لئے خرچ کرنے کی ان میں بھی روح پیدا ہو۔

اس تحریک کے متعلق عنقریب اخبار میں اعلان کیا جائے گا۔

مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال

نہرو رپورٹ نے مسلمانان ہند کو کیا دیا

اگر مسلمان یہ معلوم کرنا [illegible] نہرو رپورٹ نے صوبجات [illegible] کس طرح مسلمانوں کو حکومت سے قطعاً بے دخل کر دیا۔ اور اُن کے لئے کس [illegible] تحت موت کا سوال پیدا کر دیا ہے۔ تو حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا نہرو رپورٹ پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔ جس کا ایک حصہ اس پرچہ میں شائع ہو رہا ہے اور معلوم کریں کہ نہرو رپورٹ کے رو سے مسلمانوں کو ہندوستان میں صرف ایک نیم آزاد سندھ ایک ہند و بنگال اور ایک ہندو پنجاب دیا گیا ہے۔

آریہ سماج کی اشتعال انگیزیاں

جب تک آریہ سماجیوں کو بدزبانی اور بزرگان اسلام کی توہین سے باز رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا جائیگا۔ اس وقت تک ہندو مسلم اتحاد کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس فتنہ انگیز گروہ نے مسلمانوں کی دلآزاری کا جو سلسلہ ایک مدت سے شروع کر رکھا ہے۔ وہ ختم ہونے میں ہی نہیں آتا۔ ہمیشہ مسلمانوں کو مشتعل کر کے اور فساد کی زد میں لا کر مبتلائے آلام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے۔ کہ نہ تو ہندو مسلم اتحاد کے مدعی قومی رہنما ان کو روکنے کا انتظام کرتے ہیں۔ اور نہ ہی حکام موثر طریق اختیار کرتے ہیں۔

ہمیں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال ہی میں آریہ سماجیوں نے کارکا میں جلسہ کر کے ایسی تقریریں کیں۔ جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر نہایت ہی خلاف تہذیب اور مسلمانوں کے لئے حد درجہ شکیب آزما حملے کئے گئے۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی شان میں بھی نہایت بیہودہ گوئی اور فحش کلامی سے کام لیا گیا۔ بلکہ ایک لیکچرار نے تو برملا یہاں تک کہدیا۔ کہ آریہ سماجی ضرور ہر مذہب پر اسی طرح حملے کریں گے۔ اور وہ گورنمنٹ یا کسی اور شخص سے قطعاً خوف نہیں کھاتے۔ مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہوا۔ لیکن انہوں نے صبر اور ضبط سے کام لیا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ مقامی پولیس نے باوجود مسلمانوں کے بار بار توجہ دلانے کے کوئی کارروائی نہ کی۔ اس واردات واقعہ کی اطلاع مسلمانوں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر انبالہ کو دی ہے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیئے۔ کہ ضلع کے یہ ذمہ دار اعلیٰ افسران ضرور اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

شدھی کی رفتار

مسلمانوں کو متعدد بار اس امر کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے کہ انہیں اچھوت اقوام میں اشاعت اسلام کیلئے ٹھوس اور عملی کام کرنے کا جلد از جلد انتظام کرنا چاہیئے۔ اور اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو فریضۂ تبلیغ سے سبکدوش ہونے کے علاوہ یہ جدوجہد ہندوستان میں ان کی طاقت کو مضبوط کرنے کا باعث بھی ہوگی۔ لیکن مسلمانوں پر اس قدر غفلت طاری ہے۔ کہ ہوش میں آنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اس کے مقابلہ میں ہندو شدھی میں کامل سرگرمی اور تندہی سے مصروف ہیں۔ اور اس جال کو روز بروز وسیع کر رہے ہیں۔ ان کی رفتار ترقی کا اندازہ تیج (۵ر اکتوبر) کی اس خبر سے ہو سکتا ہے۔ کہ "فرید پور اور باریسال کی سرحد کے قریب نمشودروں کے ۳۵۰ پریواروں (خاندانوں) کی جو ۳۰۰۰ آدمیوں پر مشتمل ہیں۔ شدھی کی گئی ہے۔ اور بھی بہت سے اچھوت شدھ ہو کر ویدک دھرم میں پرویش کرنے کیلئے تیار ہیں"۔ ہندوؤں کی اس سرگرمی کے مقابلہ میں مسلمانوں کی سہل انگاری اور غفلت شعاری نہایت ہی افسوسناک ہے۔ ضرورت ہے کہ درد مند مسلمان اپنے اپنے مقامات پر کمیٹیاں بنا کر اچھوت اقوام میں تبلیغ

اشارات

اگرچہ معاصر "انقلاب" نے تاحال معاصر "زمیندار" کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور نہ ان رازہائے سربستہ کا انکشاف کرنے کے لئے اسے فرصت کا کوئی لمحہ میسر آیا ہے۔ جن کا ذکر وہ کئی بار اشارتاً اور کنایتاً کر چکا ہے۔ لیکن باوجود اس کے "زمیندار" نے اس کے خلاف اپنے تمام آزمودہ حربے بے کار پا کر اب اپنے آپ کو کوسنا شروع کر دیا ہے۔

۱۰ر اکتوبر کے "زمیندار" میں "فکاہات" زیر عنوان "نقاش کے قلم سے" جو مضمون شائع ہوا ہے۔ وہ حسب ذیل جامع و مانع تمہید کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔

"زمیندار کی عاقبت نااندیشیوں اور مردم ناشناسیوں اور اسی طرح کی گوناگوں کوتاہیوں کا دفتر جب اسلام کے بھرے دربار میں کھلے گا۔ تو اگرچہ وہ اپنے گناہوں کا کفارہ انواع و اقسام کی سزائیں بھگت کر بارہا ادا کر چکا ہے۔ پھر بھی اسے فرط ندامت سے گردن جھکا کر اس ناقابل انکار حقیقت کا اقرار کرتے ہی بنے گی کہ میں نے اپنے جرم کا خمیازہ پوری طرح سے نہیں کھینچا۔ اور ہر نئی تعزیر جو میرے لئے ملت بیضا کی بارگاہ سے تجویز ہو۔ بالکل واجبی اور سراسر انصاف پر مبنی ہے۔ اس سے پوچھا جائیگا۔ کہ جب خدا نے تمہیں آنکھیں دی تھیں۔ جن میں بصارت موجود تھی۔ دل دیا تھا جو نور بصیرت سے منور تھا۔ دماغ دیا تھا جس میں فطرت انسانی کی رمز شناسی کی استعداد موجود تھی۔ تو پھر کیوں تم نے سفلوں کی پرورش کی۔ جو پروان چڑھ کر شریفوں کی جان کے لاگو ہو گئے۔ کیوں تم نے سنپولوں کو اپنی آستین میں دودھ پلا پلا کر پالا جو بڑے ہوتے ہی تم کو اور دوسرے مسلمانوں کو ڈسنے لگ گئے"۔

اس اجمال کی تفصیل بھی ملاحظہ ہو۔ جسے "لذیذ بود حکایت" کا مصداق بنا کر خوب مزے لے لے کر اس طرح بیان کیا گیا ہے

"زمیندار کی بست و پنج سالہ تاریخ کی ورق گردانی کر کے بیک نظر دیکھ لیجئے۔ کہ اپنے متوسلین میں سے الا ماشاء اللہ جس کے ساتھ اس نے احسان کیا۔ وہی اس کے درپے آزار ہو گیا۔ جس کو اس نے پال پوس کر بڑا کیا۔ وہی اس کی رسوائیوں کا علم بردار ہو گیا پھر اگر اس کو کوئی شکوہ ہو۔ تو قسمت کی نارسائی سے نہیں۔ بلکہ اس حد سے بڑھے ہوئے اعتماد سے ہونا چاہیئے۔ جو وہ ہر اپرے غیرے نتھو خیرے پر کر لینے کا عادی ہے۔ اپنی اس احمقانہ سادہ لوحی سے ہونا چاہیئے جسے نیش پر نوش کا تھوہر پر کھرنی کا اور کھٹے کیلے پر چینی کا برابر دھوکا ہوتا چلا آیا ہے"۔

"زمیندار" نے ان سب لوگوں کو جنہوں نے اس کی وجہ سے نیدیں کاٹیں۔ اس کی خاطر مالی اور جسمانی تکالیف برداشت کیں۔ اس کے لئے مضمون لکھتے لکھتے راتیں آنکھوں میں کاٹیں۔ اس کی ترتیب اور تہذیب کے لئے دن کا آرام حرام کئے رکھا۔ آج جبکہ اسے لالہ لاجپت رائے کی رفاقت۔ پنڈت نہرو صاحب کی سرپرستی اور ڈاکٹر مونجے کی ہمنوائی کی نعمت حاصل ہوئی ہے۔ "سفلے" اور "سنپولے" قرار دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ وہ جو بقول خود اپنی بست و پنج سالہ تاریخ کے اوراق "احمقانہ سادہ لوحی" سے مزین رکھتا ہو۔ اس کا بیان قابل اعتنا سمجھا جائے۔ یا وہ جو اپنے آپ کو اس کے دست جفا سے گھائل بتاتے ہیں۔ انہیں لائق ہمدردی قرار دیا جائے۔

دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو "زمیندار" کی صحبت ہی ایسی ہے کہ جو اس سے مستفیض ہوتا ہے "شریفوں کی جان کا لاگو" بن جاتا ہے۔ یا خود زمیندار ہی ایسا ہے۔ کہ جسے اس سے کسی قسم کا اختلاف پیدا ہو۔ اور جو اس کی رفاقت میں دین و ایمان کو خطرہ میں پا کر اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ اسے سفلہ اور سنپولہ بنا دینا اس کیلئے معمولی بات ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جس "زمیندار" نے اپنی گذشتہ بست و پنج سالہ "زندگی کے متوسلین" کو ایسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا ہے۔ وہ اپنے ان فدائیوں کو جو اس وقت اس کے دامن سے وابستہ ہونا اپنی بہت بڑی خوش قسمتی بتا رہے ہیں۔ اور اس کی خاطر ضمیر فروشی اور اخلاق کشی کر رہے ہیں۔ انہیں کیسے سلوک کی امید رکھنی چاہیئے۔ کیا انہوں نے اس بات کا اطمینان کر لیا ہے کہ کل ان کو "اپنے متوسلین" ہونے کے جرم میں سفلے اور سنپولے نہ کہا جائے گا۔

"اے اللہ ان چودھویں صدی کے علماء سے بچا۔ ان کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں"

یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو دیوبند کے اخبار مہاجر (۲۹ر اگست) نے لکھے ہیں۔ چونکہ "چودھویں صدی کے علماء" کے بہت بڑے مرکز اور ان کے حالات سے اچھی طرح واقفیت رکھنے والے اخبار نے شائع کئے ہیں۔ اس لئے خاص توجہ اور غور کے مستحق ہیں۔ ہم اس بارے میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں۔ کہ جب چودھویں صدی کے علماء کی یہ حالت مشاہدہ کی جا رہی ہے۔ اور اس کی شہادت ان کے گھر سے مل رہی ہے۔ اور ان سے پناہ مانگنے کیلئے خدا تعالےٰ سے التجا کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔ تو کیا اب بھی کسی ایسے مصلح کی ضرورت نہیں۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہو۔ اور اصلاح خلق کا مدعی ہو کر کھڑا ہو۔

معاصر "مدینہ" میں ایک صاحب "مولانا فلیل العلماء" کا یہ مشورہ شائع ہوا ہے۔ کہ "موجودہ ہجوم مناقشہ میں مسلمانوں کو تمام لیڈروں سے قطع نظر کر کے صرف قرآن مجید سے رہنمائی و ہدایت طلب کرنی چاہیئے"۔ اگر مولانا وہ طریق بھی ارشاد فرما دیتے۔ جو مسلمانوں کو تمام لیڈروں

وصیتیں

نمبر ۲۷۹۰ میں سکینہ بی بی زوجہ منشی نور محمد خاں عمر قریباً ۵۰ سال بیعت قریباً دس سال ہوئے ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ ۲ رجنوری ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ میری موجودہ جائداد زیورات قیمتی مالیتی ۵ روپے مہر ۵ اس میں شامل ہے۔ فقط
بقلم ضیاء الحق خاں عفی اللہ عنہ العبد سکینہ بی بی موصیہ گواہ شد:۔ حافظ نور محمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ فیض اللہ چک۔ گواہ شد:۔ منشی نور محمد خاں خاوند موصیہ بقلم خود

نمبر ۲۸۵۴ میں غلام فاطمہ زوجہ میاں علی محمد قوم زرگر عمر ۱۸ سال بیعت ۱۹۲۰ء ساکن نارووال ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ ۸ رمئی ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائداد ہو اس کے تیسرے حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ میری موجودہ جائداد مہر یکصد روپیہ زیورات قیمتی ۵۰ روپیہ۔ العبد غلام فاطمہ موصیہ گواہ شد:۔ بقلم خود علی محمد خاوند موصیہ گواہ شد:۔ عبد اللہ احمدی کشمیری بقلم خود گواہ شد:۔ حکیم محمد نیر دنا الدین

نمبر ۲۸۵۵ میں علی محمد ولد مولا بخش پیشہ ملازمت عمر ۱۴ سال بیعت ۱۹۱۵ء ساکن نارووال ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ ۸ رمئی ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ یک مکان پختہ واقعہ نارووال قیمتی ۱۰۰ ماہوار تنخواہ ۵۰ ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا پانچواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور بوقت وفات میرے جو متروکہ جائداد ثابت ہو اس کے بھی پانچویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ فقط ۸ رمئی ۱۹۲۸ء العبد بقلم خود علی محمد موصی گواہ شد عبد اللہ کشمیری بقلم خود گواہ شد:۔ حکیم محمد نیر دنا الدین قریشی بقلم خود

نمبر ۲۸۵۷ میں امتیاز بیگم زوجہ ڈاکٹر سراج الحق خاں صاحب قوم ککے زئی عمر ۲۶ سال بیعت قریباً ۱۰ سال سے ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ ۲ رجنوری ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کروں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ میری موجودہ جائداد زیورات قیمتی ۱۰۰ روپیہ مہر ۵۰۰ روپیہ زیورات میں شامل ہے۔ ۲ رجنوری ۱۹۲۸ء العبد موصیہ امتیاز بیگم۔ گواہ شد:۔ حافظ نور محمد گواہ شد:۔ منشی نور محمد خاں والد موصیہ گواہ شد:۔ سراج الحق خاں اسسٹنٹ سرجن خاوند موصیہ۔

نمبر ۲۸۹۰ میں نذیر بیگم زوجہ بابو فیض الحق خاں ککے زئی عمر قریباً ۲۲ سال بیعت قریباً چھ سال ہوئے۔ ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ ۲ رجنوری ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت میری جس قدر جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ (۳) میری موجودہ جائداد صرف زیورات ہے جس کی قیمت مبلغ ۹۰۰ روپیہ ہے۔ مہر ۵۰۰ اس میں شامل ہے۔ ۲/۱/۲۸ بقلم خود ضیاء الحق خاں عفی عنہ کلرک فیروزپور آرسنل حال وارد فیض اللہ چک العبد موصیہ نذیر بیگم گواہ شد:۔ منشی نور محمد خاں خسر موصیہ بقلم خود گواہ شد:۔ حافظ نور محمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ فیض اللہ چک

نمبر ۲۸۹۱ میں افتخار بیگم زوجہ بابو فیض الحق خاں قوم ککے زئی عمر قریباً ۲۵ سال بیعت قریباً دس سال ہوئے ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ ۲/۱/۲۸ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ (۳) میری جائداد موجودہ زیورات قیمتی ۴۰۰ روپیہ کے قریب ہے۔ جس میں ۵۰۰ روپیہ مہر کے شامل ہیں۔ فقط ۲/۱/۲۸ العبد موصیہ افتخار بیگم بقلم ضیاء الحق خاں گواہ شد حافظ نور محمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ فیض اللہ چک گواہ شد:۔ منشی نور محمد خاں تایا موصیہ بقلم خود

ہندوستان کی خبریں!

جبیدہ دہلی ۵ اکتوبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس جو آئندہ ماہ بمقام دہلی انعقاد پذیر ہونے والی تھی۔ سر آغا خان صاحب کی علالت کے باعث دسمبر کے وسط پر ملتوی کر دی گئی ہے۔

بمبئی ۸ اکتوبر۔ نہرو رپورٹ کے حامیوں کا ایک پرائیویٹ جلسہ ہفتہ کے روز منعقد ہوا جس میں قرار پایا کہ ایک کمیٹی مرتب کی جائے۔ جو نہرو رپورٹ کی تائید میں پروپیگنڈا کرے۔ جلسہ میں ایک معتدبہ رقم جمع کی گئی۔ جو پروپیگنڈا کی غرض سے نہرو کمیٹی کو ارسال کی جائے گی۔

دہلی ۸ اکتوبر۔ میونسپل کمیٹی دہلی نے جو شہر کے کئی علاقوں میں لازمی اور مفت تعلیم کا نفاذ کر دیا ہے۔ اس کے خلاف کئی مولویوں نے فتوے دئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ بہت سے مسلمانوں نے اپنے بچوں کو میونسپلٹی کے مدرسوں میں بھیجنا بند کر دیا ہے۔ میونسپل کمیٹی نے ایسے تمام لوگوں کو مجبوراً اب فوجداری سپرد کرنا شروع کر دیا ہے اور درجنوں لوگوں پر فوجداری مقدمے شروع ہو رہے ہیں۔

سورت ۸ اکتوبر۔ فساد سورت کے سلسلہ میں تین اور مسلمان گرفتار کئے گئے ہیں۔ ایک کے خلاف یہ جرم ہے۔ کہ اس نے ایک ہندو سکول ماسٹر کو قتل کیا۔ دوسرا ایک سادھو کے قتل میں ماخوذ ہے۔ ۲۶ مقدمات عدالت میں دائر کر دئے گئے۔

لاہور ۹ اکتوبر۔ آج لاہور ہائیکورٹ میں مسٹر جسٹس فورڈ اور مسٹر بھنڈے پر مشتمل بنچ نے مشہور ڈاکو ملنگی سوداگر اور جاکے خلاف مقدمہ قتل کے الزام میں اپیل کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ ہر سہ ملزمان کو مسمی حسن ساکن راجہ گنج کو قتل کرنے کے جرم میں سزائے موت کا حکم ہوا تھا۔ فاضل ججان نے ملنگی اور سوداگر کو بے گناہ قرار دیتے ہوئے انہیں بری کر دیا۔ اور جا کی سزائے موت بحال رکھی۔

لاہور ۹ اکتوبر۔ آج آنریبل مسٹر جسٹس اڈیسن کے اجلاس میں فسادات دہلی جو کہ قاضی عبدالرشید کے جنازہ پر ہوئے کے سلسلہ میں ۳۳ ملزمان کی درخواست نگرانی پیش ہوئی۔ جن میں سے ۲۲ آدمیوں کی درخواستیں کچی پیشی میں خارج ہو گئیں۔ اور باقی کی اپیل میں پکی پیشی کی تاریخ مقرر کی گئی۔

"ایوننگ نیوز" کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے کہ منماڑ میں عام طور سے یقین کیا جاتا ہے۔ کہ الہ آباد ایکسپریس کا حادثہ ان بموں کے پھٹنے کا نتیجہ ہے۔ جو بمبئی میں سائمن کمیشن کے ورود پر استعمال کئے جانے والے تھے۔ ایوننگ نیوز میں ایک عینی شاہد کا بیان شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چھتیں اور چربی سامان ایک سو گز کے فاصلہ پر ایک کھیت میں جا گرا۔ دھماکا اتنے زور کا تھا۔ کہ میلہ تار سے بھی دیکھا

اوچھل گیا۔

امرتسر ۸ اکتوبر۔ اخبارات میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے۔ کہ یہاں چند سکھ نوجوانوں میں ایک نئی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ یعنی وہ سکھ ہونے کے لئے کیسوں کو ضروری نہیں سمجھتے۔ اس مقصد کے لئے ایک اخبار عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

مشہور اکالی لیڈر سردار کھڑک سنگھ معہ مقامی اکالی لیڈر سردار بھاگ سنگھ سجان پور ضلع گورداسپور میں ۵ اکتوبر کو منعقد ہونے والے دیوان میں شمولیت کیلئے تشریف لے گئے۔ ہندو اور سکھ آپ کا جلوس نکالنا چاہتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے اس میں شمولیت سے انکار کر دیا۔ اور اپنی دکانیں بند کر کے ہڑتال کر دی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان کے اس رویہ کا باعث جھٹکہ کے متعلق ایک دیرینہ جھگڑا ہے۔ سردار کھڑک سنگھ نے ہندوؤں اور سکھوں کو جلوس نکالنے سے روک دیا۔

دہلی ۹ اکتوبر۔ نکھے مل متوفی کی عورت مسمات راج رانی نے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست کی ہے۔ کہ میں ۵ ماہ سے بیوہ ہوں۔ میں اپنا پنر بواہ کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن میرے رشتہ دار اس میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ اس لئے میرے بواہ کے پربندھ میں پولیس مدد کرے۔ (ملاپ ۱۱ اکتوبر)

پشاور ۹ اکتوبر۔ کابل کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ شیر احمد خاں کیبنٹ بنانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں یہ کام کسی دوسرے بارسوخ آدمی کو سپرد کریں گے۔

بمبئی ۵ اکتوبر۔ بمبئی کے مسلمانوں میں بمبئی کونسل کے ہندوؤں اور دیگر غرض مند جماعتوں کی چالبازیوں پر سخت غصہ اور رنج کا احساس پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ۸ مسلم ارکان نے علیحدگی سندھ کے متعلق جو تحریک پیش کی تھی اسے بحث کے لئے سامنے آنے تک کا موقع نہیں دیا گیا۔

بمبئی ۶ اکتوبر۔ ایک سو گیارہ افغان طلباء جن میں پندرہ لڑکیاں بھی ہیں۔ ڈاک کے جہاز قیصر ہند پر سوار ہو کر قسطنطنیہ کو روانہ ہو گئے۔ لڑکوں کی عمر ۶ اور ۱۶ سال کے درمیان ہے۔ یہ طلباء عام تعلیم حاصل کرنے کے بعد فوجی تربیت لیں گے۔ لڑکیاں طبابت اور دایہ گری کا فن سیکھیں گی۔ ان میں بڑے بڑے سرداروں کے بچے بھی شامل ہیں۔ ایسوسی ایٹیڈ پریس کے ایک نامہ نگار نے ترجمان کی وساطت سے ایک لڑکے سے گفتگو کی۔ اس نے کہا ہم گیارہ سال کیلئے جا رہے ہیں۔ ہمارے اخراجات حکومت ادا کرے گی۔ شاہ غازی تعلیم میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور انہوں نے کئی طالبعلم روس۔ جرمنی اور فرانس کو بھیجے ہیں۔ ایک لڑکی نے کہا۔ کہ پردہ کوئی ضروری نہیں اور ہم پردہ کو خیرباد کہہ چکی ہیں۔

۱۱ اکتوبر آج بمبئی سے تار موصول ہوا ہے کہ سر سائمن و دیگر ممبران سائمن کمیشن معہ اپنے عملہ کے آج ۹ بجے رات کو ساحل ہند پر اترے جن کا شکشتی پر استقبال کیا گیا۔

غیر ممالک کی خبریں!

نیو یارک ۵ اکتوبر۔ ابرڈین کے دار الامتحان میں ایک نئی توپ کی نمائش کی گئی ہے۔ اس توپ کا نام "روبوٹ" رکھا گیا ہے۔ یہ ہوائی جہازوں پر نشانے لگانے اور انہیں گرانے کے کام آئیگی۔ اس توپ میں یہ خوبی ہے۔ کہ طیارے کی آواز کے ساتھ ساتھ یہ توپ اپنی مار کے صحیح پیمانہ اور زاویہ پر خود بخود آجاتی ہے۔ یعنی جوں جوں ہوائی جہاز دور یا نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اس کی مار کا زاویہ حسب ضرورت بدلتا جاتا ہے۔

ریگا ۵ اکتوبر۔ ایک ڈاکٹر مسمی ڈنائلر کو جذام کے علاج کے سلسلہ میں حکومت نے ایک مجرم پر جس کو سزائے موت کا حکم ہو چکا ہے۔ ٹیکہ کا تجربہ کرنے کی اجازت دیدی ہے ڈاکٹر ڈنائلر کا دعویٰ ہے۔ کہ جذام مرض متعدی اور لاعلاج نہیں ہے۔ وہ ایک زندہ جذامی کا خون لے کر انجکشن کے ذریعہ ایک تندرست مجرم کے بدن میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ مجرم نے اس تجربہ کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے۔ اس سے حکومت نے سزائے موت کی منسوخی کا وعدہ کیا ہے۔ تاہم اس کو جیل کی چاردیواری میں ہی رہنا پڑے گا۔

لندن۔ سنگاپور کے بحری مستقر کی حفاظت کے لئے مشہور اٹھارہ عظیم توپیں جو تجربہ کی غرض سے جنگ کے دنوں میں بنائی گئی تھیں۔ بھیجی جا رہی ہیں۔

لندن ۷ اکتوبر۔ ملک معظم جارج پنجم نے سر گلبرٹ کلیٹن کو سر ہنری ڈابس کی بجائے عراق کا ہائی کمشنر مقرر کیا ہے آپ ۱۹۲۹ء کے سال میں اپنے فرائض کا جائزہ لیں گے۔

چین کی گورنمنٹ نے جو حال ہی میں قائم ہوئی ہے سب سے پہلے دو سوشل قانون بنائے ہیں۔ جن کے رو سے سارے ملک میں عورتوں کے بازاری پیشہ کو اور قمار بازی کو ممنوع قرار دیدیا گیا ہے یکم اکتوبر سے ان پیشوں کی اجازت نہیں ہو گی۔

یروشلم۔ مغربی خیالات کی اشاعت کو روکنے کیلئے حرم شریف اور ہیکل کے کارپردازوں نے احکام نافذ کئے ہیں۔ کہ کسی عورت کو ان متبرک مقامات میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک وہ اسلامی نمونہ کے پاکیزہ لباس میں ملبس نہ ہو۔ اسی طرح کسی مسلمان مرد کو بھی ان مقامات پر آنے کی اجازت نہیں۔ جب تک اس نے دستار یا طربوش زیب تن نہ کیا ہوا ہو۔

لندن ۹ اکتوبر۔ رائل السٹرز شراب شائر اور کارنواس کے ڈرافٹ آج ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔

لندن ۹ اکتوبر۔ سر لیزلی سکاٹ اور ہندوستانی والیان ریاست کے درمیان آج جو کانفرنس ہوئی وہ ۴ گھنٹے جاری رہنے کے بعد ۱۴ اکتوبر پر ملتوی کر دی گئی۔ نواب صاحب بھوپال جو حال ہی میں بذات خود لندن پہنچے۔ آپ اس مجلس میں پہلی مرتبہ شریک ہوئے۔

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)

احمدیہ ایسوسی ایشن بنگال کا بارہواں سالانہ اجتماع

"تار بنام الفضل"

سیکرٹری صاحب صوبہ بنگال کی احمدیہ کانفرنس برہمن بڑیہ بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں۔

"صوبہ بنگال کی احمدیہ ایسوسی ایشن کا بارھواں سالانہ اجتماع ۲۵۔۲۶۔۲۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو بمقام برہمن بڑیہ ضلع ٹپرہ قرار پایا ہے۔ کانفرنس کا تیسرا دن صرف خواتین کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر بی۔ آر۔ بی۔ ایم۔ ایس۔ پی آف قادیان۔ سابق احمدیہ مشنری بلاد یورپ و افریقہ۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی آف لاہور اور دیگر چیدہ نمائندگان بنگال و آسام اور خواتین اس کانفرنس میں شمولیت اختیار کریں گی۔

پروفیسر نیر اپنے تبلیغی تجربات اور نتائج کے دلچسپ نظارے بذریعہ میجک لینٹرن تینوں روز رات کو دکھایا کریں گے۔ ہندو مسلمان اور دیگر مذاہب کے اصحاب کو نہایت تپاک کے ساتھ کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دیجاتی ہے۔ سیکرٹری کو کانفرنس سے ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دئے جانے پر جلسہ میں شمولیت کرنے والوں کی رہائش اور خوراک کا خاص انتظام کیا جائے گا"۔

سائمن کمیشن کو تار

"تار بنام الفضل"

مولوی ظہیر صاحب نائب سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ برائے صوبجات متحدہ کچہری روڈ لکھنؤ نے سائمن کمیشن کو بدو استقبال احمدیہ انجمن کی طرف سے حسب ذیل تار بھی بھیجا:

"پراونشل احمدیہ انجمن سائمن کمیشن کے ورود ہندوستان پر اسکا تہ دل سے خیر مقدم کرتی ہے اور کمیشن سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ نہرو رپورٹ کی جو کہ مسلمانوں کے حقوق کو پامال اور تباہ کرنے والی ہے ہرگز پرواہ نہ کرے"۔

تجدید اسلام

۶ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو سردار سکھدیو سنگھ عرف بدھا سنگھ ولد سردار پرتاب سنگھ سکنہ ماموں والہ ڈاکخانہ باسر کے کلاں۔ ضلع امرتسر احمدیہ مسجد ملتان میں خود برضا و رغبت آکر ہمارے مبلغ شیخ محمود احمد صاحب مصری کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ انکا اسلامی نام شیخ بشیر احمد رکھا گیا۔

خاکسار محمد حیات خان احمدی سکرٹری دعوۃ و تبلیغ جماعت احمدیہ ملتان

اخبار احمدیہ

جماعت شملہ امیر صاحب جماعت احمدیہ شملہ

خانصاحب منشی برکت علی صاحب امیر جماعت احمدیہ شملہ کا ارادہ تھا۔ کہ ملازمت سے ریٹائر ہوکر بقیہ زندگی کلی طور پر خدمت دین میں صرف کریں۔ اور وہ بھی رخصت حاصل کرکے مرکز سلسلہ میں تشریف لے آئے تھے۔ اور نائب ناظر تعلیم و تربیت کے فرائض ادا کرنے شروع کر دئے تھے۔ لیکن چونکہ ابھی وہ مدت ملازمت کے لحاظ سے کچھ عرصہ اور ملازمت کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ابھی ریٹائر نہ ہوں۔ اور جماعت شملہ کو جس کے کئی ایک افراد مختلف مقامات پر تبدیل ہوگئے ہیں۔ مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ خانصاحب موصوف اس ارشاد کی تعمیل میں شملہ واپس تشریف لے گئے ہیں۔ جماعت شملہ کو جسے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی نوازش سے خانصاحب کی امداد سے فائدہ اٹھانے کا مزید موقعہ حاصل ہو رہا ہے۔ اپنی ترقی اور مضبوطی کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

نیروبی کی مسلمان خواتین میں کامیاب لیکچر

محترمہ امتہ الرحمن صاحبہ کی تحریک اور محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب ملک محمد حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء کی تائید اور کوشش کے نتیجہ میں ۳ ستمبر ملک صاحب موصوف کے مکان پر عورتوں کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام قریباً ایک سو خواتین کو پہونچایا گیا۔ پہلے دو غیر احمدی بہنوں نے جو پردہ نشین صاحبہ تھیں ڈاکٹر سلطان علی صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ ایک غیر احمدی خاتون نے نعت پڑھی۔ اس کے بعد امتہ الرحمن صاحبہ نے صحابیات کی اطاعت رسول کے چند واقعات بیان کرنے کے بعد ایک لیکچر دیا حضرت مسیح موعود کے نزول کا ذکر کیا۔ اور آپ کی صداقت کے دلائل دئے

اہلیہ صاحبہ ملک محمد حسین صاحب نے تمام خواتین کو چائے کی ضیافت کی دعوت دی۔ اس جلسہ کا اچھا اثر ہوا۔ غیر احمدی عورتوں کی احمدیت کے متعلق کئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ اور احمدیت کے بارے میں دلچسپی پیدا ہوئی۔

خاکسار عبدالسلام عمر سیکرٹری تبلیغ نیروبی کینیا

احمدیہ ہوسٹل لاہور کے نتائج

امسال احمدیہ ہوسٹل کے طلباء جو امتحان میں شامل ہوئے ان کے نتائج یہ ہیں:۔

	شامل شدہ	تعداد پاس شدہ	کیفیت
ایف۔ اے			
ایف۔ ایس۔ سی	۴	۰	کمپارٹمنٹ میں ایک ہے
بی۔ اے	۲	۰	
میڈیکل کالج	۳	۳	
لا کالج	۳	۲	

ایف۔ ایس۔ سی اور بی۔ اے کا نتیجہ خراب رہا۔ یہ خرابی احمدیہ ہوسٹل کے کسی نقص کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اسلامیہ کالج کا نتیجہ جس میں یہ طالب علم پڑھتے ہیں خراب رہا ہے۔ ایف۔ ایس۔ سی میں ۱۱۳ میں سے صرف ۱۵۔ اور بی اے میں ۱۵۰ میں سے ۲۹ پاس ہوئے ہیں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

جلال پور جٹاں میں لیکچر

مورخہ ۲۱ ستمبر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے خصوصیات اسلام پر مدلل اور مشرح تقریر کی۔ باوجود ملانوں کے منع کرنے کے حاضری اچھی تھی پہلے دن کی تقریر سنکر دوسرے دن مجمع زیادہ ہوگیا۔ اول مولوی صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا موازنہ دیگر مذاہب کے ہادیان سے کیا۔ پھر احمدیہ عقائد پر دو گھنٹہ تک نہایت برجستہ و دلچسپ و پر از معلومات تقریر کی۔ جسے مجمع نے نہایت خاموشی سے سنا۔ اور سمجھدار لوگوں پر اچھا اثر ہوا۔

محمد صدیق سیکرٹری انجمن احمدیہ جلال پور جٹاں

ایفائے عہد

میرے لڑکے عنایت اللہ نے منت مانی تھی کہ اگر میں بی۔ ایس سی میں پاس ہوگیا۔ تو پہلی تنخواہ قادیان بھیجدونگا۔ یہ اخبار الفضل میں شائع بھی ہوچکا ہے۔ عزیز نے اپنی پہلی تنخواہ مبلغ یکصد روپیہ بیت المال قادیان میں بھیجدی ہے۔

مولا بخش نمبردار۔ چک ۳۵ جنوبی۔ سرگودہا

مبارکباد

جناب پیر اکبر علی صاحب وکیل فیروزپور ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع فیروزپور کے وائس پریذیڈنٹ منتخب ہوئے ہیں جس پر جناب پیر صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ اور اس خوشی میں ایک تنخواہ کو تین ماہ اخبار الفضل سے مستفیض کرتا ہوں۔

صوفی کرم الٰہی زراعت ماسٹر مڈل سکول لادھوکا

علاقہ سندھ کا تبلیغی دورہ

مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل علاقہ سندھ میں روانہ کر دئے گئے ہیں مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کے ساتھ مل کر علاقہ کے مختلف مقامات کا دورہ کرینگے۔ بعد ازاں مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری واپس آجائیں گے اور ان کی جگہ۔ حسب ہدایات کے مطابق مولوی عبدالغفور صاحب اس علاقہ میں کام کرینگے۔ احباب مطلع رہیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

قبول اسلام

ایک براہمن عورت معہ تین بچوں کے برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہوئی۔ اس کا نام زینب بی بی۔ لڑکوں کا نام نذیر احمد و بشیر احمد۔ اور لڑکی کا نام غلام فاطمہ رکھا گیا۔

خاکسار عبدالخالق احمدی معلم انڈیری ضلع آرہ

درخواست دعا

میری دختر عزیزہ عزیز بیگم عارضہ بخار سے بیمار ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔

(۲) ناظم صاحب درخواست ہے۔ کہ بندہ کے والد صاحب کی ایکشن میں کامیابی کے لئے دعا کریں۔ نثار احمد

اعلان نکاح

(۱) ۵ ستمبر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی عزیز ابراہیم خاں کا نکاح سید عزیز الرحمن صاحب مہاجر قادیان کی لڑکی امتہ الرحمن سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا احباب دعا کریں۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ خاکسار عبدالمجید خاں ڈھولن

(۲) عزیزہ امتہ اللہ بیگم بنت محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان کا نکاح صاحب صدیقی سائیکل مرچنٹ قادیان سے پانچسو روپیہ مہر پر ۹ ستمبر ۱۹۲۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

محمد شمس الدین

ولادت

عاجز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی دعاؤں سے ۱۸ اگست ۱۹۲۸ء لڑکا عنایت فرمایا ہے احباب دعا کریں۔ مولود کو اللہ تعالیٰ مسعود اور خادم دین بنائے۔ آمین

منظور احمد از سلانوالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الفضل

نمبر ۳۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۸ء | جلد ۱۶

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنَّاصِرُ

نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح

صوبجات کو مرکزی حکومت کے ماتحت رکھنا مسلمانوں کو حکومت سے قطعاً بے دخل کرنا ہے

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے

(۴)

مسلمانوں کا پہلا مطالبہ ہندوستان کے لئے فیڈرل حکومت

جیساکہ میں بتا چکا ہوں۔ مسلمانوں کا پہلا مطالبہ فیڈرل حکومت کا ہے۔ یعنی اختیارات حکومت صوبہ جات کو ملیں۔ جنہیں کامل خود اختیاری حکومت حاصل ہو مرکزی حکومت کو صرف وہی کام صوبہ جات کی طرف سے تفویض ہوں۔ جن کا مرکزی حکومت کو دیا جانا ضروری ہو۔ اور جن اختیارات کا قانون اساسی میں ذکر نہ ہو۔ وہ صوبہ جات کے سمجھے جائیں۔ اور ضرورت پیش آنے پر صوبہ جات وہ اختیار خاص قانون کے ماتحت مرکزی حکومت کو دے سکتے ہیں۔ مرکزی حکومت کو کسی صورت میں صوبہ جات کی حکومت کے کاموں میں دخل دینے کا حق حاصل نہ ہو۔ یہ مطالبہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں سب مسلمانوں کا ہے۔ کم سے کم دونوں مسلم لیگوں کا یہ مطالبہ ضرور ہے ۔

اس مطالبہ کو نہرو کمیٹی نے کلی طور پر مسترد کر دیا ہے

اور بجائے فیڈرل حکومت کے مرکزی حکومت کے طریق کو منظور کیا ہے یعنی ان کی تجویز کے رو سے ہندوستان کی حکومت کے اختیار مرکزی پارلیمنٹ کو دے گئے ہیں۔ اور ان کی طرف سے بعض اختیارات صوبہ جات کو عطا کئے گئے ہیں ۔

مسلمانوں کے مطالبہ اور نہرو رپورٹ کی تجویز میں فرق

مسلمانوں کے مطالبہ اور اس تجویز میں فرق یہ ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کے مطالبہ کے مطابق حکومت قائم کی جاتی۔ تو حکومت ہند کو صوبوں کی حکومتوں کے کام میں دخل دینے کا اختیار نہیں رہتا تھا۔ دوسرے یہ اختیار بھی نہیں رہتا تھا۔ کہ وہ کسی صوبہ کے اختیار چھین سکے۔ تیسرے اگر کوئی نیا کام نکلے۔ تو اس پر مرکزی حکومت کو حق حاصل نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ہر نئے کام کا حق صوبہ جات کی حکومت کو حاصل ہوتا تھا۔ اگر وہ چاہتے۔ تو کثرت رائے سے مقررہ قاعدہ کے مطابق اسے مرکزی حکومت کے سپرد کر سکتے تھے۔ نہرو کمیٹی کی تجویز کے مطابق مرکزی حکومت کو صوبہ جات کے کاموں میں دخل دینے کا پورا اختیار ہے۔ وہ جب چاہے۔ کسی صوبہ کے اختیار کو چھین لے۔ اور اس کی حکومت کا کوئی اور انتظام کر دے یا جب چاہے۔ سب صوبہ جات کے اختیارات کو محدود کر کے اپنے اختیار بڑھا لے۔ اور جو نیا کام نکلے۔ بطور حق کے وہ اسی کے حلقہ کار میں ہوگا۔ وہ اگر چاہے۔ تو صوبہ جات کی طرف اس حق کو منتقل کر دے۔ اور اگر چاہے۔ تو خود اپنے پاس رکھے ۔

ہندو مسلم تعلقات پر دونوں تجاویز کا اثر

دونوں تجاویز میں فرق بتانے کے بعد میں اب یہ بتاتا ہوں۔ کہ ہندو مسلم تعلقات پر ان دونوں تجاویز کا کیا اثر پڑتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہندوستان میں چونکہ مسلمان صرف پچیس فیصدی ہیں۔ اس لئے ان کو خواہ کتنا بھی حق دے دیا جائے۔ وہ مرکزی حکومت میں ہندوؤں سے بہت کم رہیں گے۔ نہرو کمیٹی نے انہیں پچیس فیصدی حق دیا ہے۔ اس صورت میں تین ہندوؤں کے مقابلہ میں ہندوستان کی پارلیمنٹ میں صرف ایک مسلمان ہوگا۔ اور مسلم لیگ زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مانگتی ہے۔ اس صورت میں دو ہندوؤں کے مقابلہ میں صرف ایک مسلمان ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ پچھتر کے مقابلہ میں پچیس یا چھیاسٹھ کے مقابلہ میں تینتیس ممبر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ پس مرکزی حکومت لازماً ہندوؤں کے اختیار میں ہوگی۔ اور وہ جو کچھ چاہیں گے۔ کر سکیں گے۔ اب چونکہ اصل حاکم ہندوستان کی مرکزی انجمن قرار دی گئی ہے۔ اور صوبہ جات صرف گماشتے بنائے گئے ہیں

اس کا لازماً نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ باوجود چند صوبے مسلمانوں کی اکثریت کے قرار دینے کے حکومت اصل ہندوؤں کی ہی رہیگی۔ اور وہ جس طرح چاہیں گے۔ کرینگے۔ پس نہرو کمیٹی نے فیڈرل یعنی اتحادی حکومت کو جس میں سب صوبے برابر کے حقدار ہوتے ہیں۔ رد کر کے مسلمانوں کو بالکل بے بس کر دیا ہے۔ اس تجویز پر اگر عمل ہو جائے۔ اور باقی سب مطالبات مسلمانوں کے منظور کر لئے جائیں۔ تب بھی مسلمانوں کا کوئی حق حکومت میں باقی نہیں رہتا۔ اس مضمون کو سمجھانے کے لئے میں اس فرض پر کہ صوبہ جات کے متعلق مسلمانوں کے سب مطالبات کو منظور کر لیا گیا ہے آئندہ کی حالت بتاتا ہوں۔ کہ کیا ہوگی ۔

مرکزی حکومت کو کلی اختیار حاصل ہونے سے ہندو کیا کچھ کرینگے

مسلمانوں کے مطالبہ کے ماتحت پنجاب بنگال۔ سندھ۔ بلوچستان۔ اور صوبہ سرحدی میں ایسی حکومت ہوگی۔ جس کا زیادہ عنصر مسلمان ہوگا اس کے مقابلہ میں یوپی۔ بہار۔ مدراس۔ بمبئی۔ وسطی صوبوں اور آسام میں ایسی حکومت ہوگی جس میں ہندو عنصر زیادہ ہوگا۔ لیکن باوجود اس کے کہ صوبہ جات کو بعض اختیار حاصل ہونگے۔ وہ قانونی طور پر مرکزی حکومت کے گماشتے ہونگے جس میں ہندو عنصر مسلم عنصر سے بہت زیادہ ہوگا۔ اب اس حالت میں دیکھو۔ کہ ہندو کیا کچھ نہ کر سکینگے۔ فرض کرو۔ کل کو پنجاب اور بنگال میں مسلمان یونیورسٹی کے متعلق فیصلہ کریں۔ کہ اس میں مسلمان عنصر نسبت آبادی کے مطابق ہو۔ یا ملازمتوں کے متعلق فیصلہ کریں۔ کہ ان میں مسلم عنصر آبادی کے تناسب سے ہو۔ مرکزی حکومت اس میں دخل دے دے۔ کہ ہمارے نزدیک یہ قانون فرقہ دارانہ اصول پر مبنی ہے۔ اسے ہم روکنا چاہتے ہیں۔ پنجاب اور بنگال اس امر کو تسلیم نہ کریں۔ اور اپنے منشا کو پورا کرنے پر زور دیں۔ مرکزی حکومت اس پر ایک مسودہ پیش کر دے کہ پنجاب اور بنگال نے چونکہ اپنے آپ کو حکومت کا اہل ثابت نہیں کیا۔ اس لئے اس سے فلاں فلاں حقوق مرکزی حکومت واپس لیتی ہے۔ یا اس کی حکومت کا نظام پوری طرح بدل کر اس کی

طرح کرتی ہے۔ بتاؤ کہ اس وقت مسلمانوں کا کیا حال ہوگا۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ایسا کیوں ہوگا۔ اس وقت بھی گورنمنٹ بعض میونسپل کمیٹیوں کے ساتھ ایسا کرتی ہے۔ کہ ان پر بعض الزامات لگا کر ان کے حقوق واپس لے لیتی ہے۔ مرکزی حکومت کو حکومت کا مالک قرار دیکر صوبہ جات کی حیثیت میونسپل کمیٹیوں سے زیادہ نہ ہوگی۔ انہیں جس قدر بھی اختیارات دے دو پھر بھی وہ مختار عام سے بڑھکر کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ مالک مرکزی حکومت ہوگی۔ وہ جس وقت چاہیگی اپنے مختار نامہ کو منسوخ کر دے گی۔ پھر مسلمانوں کے پاس کیا رہ جائے گا؟

بنگال اور پنجاب کی مسلم اکثریت کس طرح اقلیت بنائی جاسکتی ہے

میں ایک اور مثال لیتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ نہرو رپورٹ کے رو سے مرکزی حکومت صوبہ جات کی حدود کو تبدیل کر سکتی ہے۔ بے شک آج مسلمان پنجاب اور بنگال میں اکثریت حاصل کریں حقوق بھی لے لیں۔ لیکن پنجاب اور بنگال چونکہ اصل مالک نہ ہوں گے۔ بلکہ گماشتے ہوں گے۔ اس لئے کل کو اگر مرکزی حکومت یہ فیصلہ کرے کہ آسام کو بنگال کے ساتھ ملا دیا جائے۔ تو اس کے راستے میں کوئی روک نہیں۔ یا اوڑیا علاقے بہار سے نکال کر بنگال کے ساتھ ملا دیں۔ اس بہانہ سے کہ اوڑیا قوم چھوٹی ہے۔ اس کا الگ صوبہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے ان سب کو بنگال میں جمع کر دو۔ تو مسلمانوں کا کوئی بس نہیں چل سکیگا۔ اور اس ایک تغیر سے جو بظاہر بالکل غیر ضرر رساں معلوم ہوگا بنگال کے مسلمانوں کی اکثریت اقلیت میں بدل جائیگی۔ اور وہی حقوق جو مسلمانوں نے اپنے لئے حاصل کئے ہونگے ہندوؤں کے قبضہ میں چلے جائیں گے۔ اسی طرح اگر پنجاب میں مرکزی حکومت تبدیلی کر دے۔ یوپی ایک بہت بڑا صوبہ ہے۔ پنجاب سے اس کی آبادی قریباً دگنی ہے۔ اسی طرح پنجاب کے تین اضلاع راولپنڈی اٹک۔ میانوالی افغان طرز رہائش سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ بہ نسبت پنجاب کے اور ڈیرہ غازی خاں بلوچوں سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اگر آئندہ زمانہ میں مرکزی حکومت یہ فیصلہ کر دے۔ کہ افغانوں سے زیادہ مشابہت رکھنے والے پنجابی اضلاع کو صوبہ سرحدی سے ملا دیا جائے۔ اور ڈیرہ غازی خاں کو بلوچستان سے تو بتاؤ کہ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت کا کیا باقی رہ جائے گا۔ اور پھر اگر وہ میرٹھ اور مظفر نگر کے علاقوں کو پنجاب سے ملا دیں۔ یا انبالہ اور دہلی کے درمیان کے علاقہ کو یوپی سے کاٹ کر پنجاب میں ڈال دیں تو کیا مسلمانوں کی اکثریت اقلیت میں نہ بدل جائیگی۔ اور ان دو بڑے اسلامی صوبوں میں اسلامی اکثریت کے مٹ جانے سے جن آزاد ترقی کے مسلمان خواہاں ہیں کیا اس کا کوئی بھی امکان باقی رہ جائیگا۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں جن کے ذریعہ سے مرکزی حکومت نہرو رپورٹ کی پیش کردہ طرز حکومت کے رو سے بنگال اور پنجاب کے اسلامی صوبہ جات کو یا تو بالکل مٹا سکتی ہے۔ یا ان میں ہندوؤں کی اکثریت کر سکتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کی طرف سے جو مطالبہ ہے۔ اس کے رو سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مسلمان فیڈرل حکومت کا مطالبہ کرتے ہیں جس میں اصل مالک صوبہ جات قرار پاتے ہیں۔ مرکزی حکومت ایک گماشتہ کی حیثیت رکھیگی۔ وہ قانوناً صرف انہی معاملات میں دخل دے سکیگی جن میں دخل دینے کا اختیار اسے صوبہ جات دیں گے۔ اور اس وجہ سے وہ کسی صوبہ کے حدود کو اس صوبہ کے لوگوں کی مرضی کے بغیر تبدیل نہیں کر سکے گی۔ اور نہ صوبہ جات کی حکومت پر الزام لگا کر اس سے اختیار چھین سکے گی۔

مرکزی حکومت کو سب اختیار ملنے پر مسلمانوں کو کیوں خطرہ ہے

اس جگہ یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ مرکزی حکومت کو اختیار دینا صوبوں کے متعلق ملا ہے۔ ہندوؤں کے صوبوں کے متعلق بھی اور مسلمانوں کے صوبوں کے متعلق بھی پھر ہمیں کیوں اعتراض ہو۔ کیونکہ اصل سوال تو اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں کے تعلقات اچھے نہیں ہیں۔ اور قریب زمانہ تک ان کے اچھے ہونے کی امید بھی نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر اچھے بھی ہو جائیں تو موجودہ حالات میں اس تغیر پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ پچھلے پندرہ سال کی تاریخ بتاتی ہے۔ کہ دو سال میں دو تین دفعہ بدلتے ہیں لیکن غضب یہ ہے کہ جب تعلقات خراب ہوتے ہیں تب بھی مسلمانوں کو ہی نقصان ہوتا ہے۔ اور جب وہ اچھے ہوتے ہیں۔ تب بھی کچھ مسلمانوں کو ہی دینا پڑتا ہے۔ پس ان حالات میں ہندو مرکزی حکومت سے مسلمانوں کو تو خوف ہو سکتا ہے۔ ہندوؤں کو نہیں۔ پنجاب کے مسلمان تو ڈر سکتے ہیں۔ کہ پنجاب کو ہندو مرکزی حکومت ہندو صوبہ نہ بنا دے۔ یوپی کے ہندو صوبہ کو مرکزی حکومت سے جو اکثریت کی وجہ سے ہندو حکومت ہوگی۔ کیا خوف ہو سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ سب پر برابر پڑیگا۔ ایک دھوکا اور فریب ہے۔

گورنر یا حکومت برطانیہ دخل نہ دے سکیگی

یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ایسے حالات ہونگے۔ تو گورنر یا حکومت برطانیہ دخل دیدیگی۔ کیونکہ جو لوگ اب مسلمانوں کے مطالبات پورا کرنے کو تیار نہیں۔ وہ آئندہ کب کریں گے۔ اور پھر کیا اس قدر اہم معاملہ کو گورنر پر چھوڑا جاسکتا ہے۔ اگر ایک غیر شخص کی رائے پر اس قدر اعتبار ہو سکتا ہے۔ تو سائمن کمیشن کے خلاف اس قدر جوش کیوں ہے۔ اس میں تو ایک شخص نہیں بلکہ سات آدمی شامل ہیں۔ اور آئندہ کا معاملہ صرف ایک گورنر سے تعلق رکھیگا۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آئینی حکومتوں میں گورنروں کے اختیارات صرف فرضی ہوا کرتے ہیں۔

نہرو رپورٹ موجودہ شکل میں قابل قبول نہیں

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ان شبہات کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ قانون اساسی میں یہ امر شامل کر دیا جائے۔ کہ صوبہ جات کی حکومت میں مرکزی حکومت دخل نہ دے سکیگی۔ اور یہ بھی کہ اس کی حدود کو اس کی مرضی کے بغیر بدل نہ سکیگی۔ اس سے مسلمانوں کی حالت مضبوط ہو جائیگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آئندہ تغیرات کے بعد نہرو رپورٹ کو اچھا بنا دیا جائے تو اس پر ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ اس کی موجودہ شکل مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں۔ مگر اس مخصوص سوال کے متعلق تو میں بھی کہوں گا۔ کہ اس تغیر کے باوجود بھی مسلمانوں کے حقوق محفوظ نہیں ہوتے۔ کیونکہ اگر قانون اساسی میں اس امر کو داخل بھی کر دیا جائے۔ تو اس امر کا کون ذمہ دار ہے۔ کہ قانون اساسی کو آئندہ بدل نہ دیا جائیگا۔ جبکہ حق حکومت مرکزی حکومت کو دیا گیا ہے اور قانون اساسی کو بدلنے کا حق بھی اسے دیدیا گیا ہے۔ تو کل کو وہ ان قوانین کو بھی بدل سکتی ہے۔ اور اپنے لئے یہ اختیار تجویز کر سکتی ہے۔ کہ ہم صوبہ جات کے معاملات میں ضرورت کے موقع پر دخل دے سکتے ہیں۔ اور ان کی حدود کو بھی بدل سکتے ہیں۔ پس جب تک ملکیت مرکزی حکومت کی تسلیم کی گئی ہے۔ اس وقت تک اس بارے میں کوئی حقیقی حفاظت مسلمانوں کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ علاج صرف یہی ہے کہ حق حکومت صوبہ جات کو دیا جائے۔

ساہوکارے والی روح کا مظاہرہ

لوگ نہرو رپورٹ کی تعریف کرتے ہیں۔ لیکن میں جب اس مقام پر آتا ہوں تو اس رپورٹ کے لکھنے والوں کی عقل پر مجھے تعجب آتا ہے۔ انہوں نے بعض دوسرے امور میں مسلمانوں کے حقوق کو تلف کر کے خواہ انہیں بڑھا دیا۔ اگر وہ صرف حق حکومت مرکزی حکومت کو دیکر صوبہ جات کو سب اختیار دیدیتے اور مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق بھی دیدیتے۔ پنجاب اور بنگال میں اکثریت بھی دیدیتے۔ تب بھی ہندوؤں کا کچھ نہ بگڑتا۔ کیونکہ وہ حکومت کے ملنے کے بعد جس وقت چاہتے ان حقوق کو ملیامیٹ کر سکتے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ساہوکارے والی روح ان پر غالب تھی۔ اور وہ منہ سے بھی مسلمانوں کو کچھ دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ جس طرح کہ گڑیانی کے ایک بنئے کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ وہاں کے ایک پٹھان رئیس سے کہا کرتا تھا۔ کہ خان صاحب تمہارا مال سو ہمارا مال اور ہمارا مال سو ہا ہا ہا ہا یعنی ہنسی میں بھی یہ نہ کہہ سکتا تھا۔ کہ ہمارا مال سو تمہارا مال بلکہ ہنسکر بات کو ختم کر دیتا تھا۔ یہی حال نہرو کمیٹی کا ہے۔ کہ اس نے ہنسی میں بھی مسلمانوں کو حق نہ دیئے۔ اگر وہ یہ حق رکھکر باقی سب کچھ دیدیتی تو شائد اکثر مسلمان دھوکے میں آجاتے۔ اور چند سمجھدار لوگ ہی اصل حقیقت تک پہونچتے۔ مگر ان کے سمجھانے کا شائد کچھ اثر نہ ہوتا۔

مسلمانوں کا مطالبہ پورا کرنے پر حکومت کا طریق کیا ہوگا

نہرو رپورٹ کی تجویز کا بودا پن بتانے کے بعد میں اب یہ بتاتا ہوں۔ کہ اگر مسلمانوں کا مطالبہ پورا کیا جائے۔ تو ہندوستان کی حکومت کا طریق یہ ہوگا۔ کہ سب صوبہ جات اپنے اپنے علاقہ میں خود مختار حکومتیں سمجھے جائیں گے۔ جو اپنے فوائد اور ہندوستان کے مجموعی فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر پر اتفاق کریں گے۔ کہ چند اختیارات جن کا ایک مرکز کے ہاتھ میں ہونا ضروری ہے۔ جیسے ملکی فوج

(صوبہ جات اپنی ضروریات کے لئے ایک مقامی فوج بھی رکھتے ہیں) ریل۔ تار۔ ڈاک محصول برآمد درآمد کا انتظام۔ امور خارجیہ اوزان کا مقرر کرنا سکہ کا اجرا وغیرہ وغیرہ ایک مرکزی حکومت کے ہاتھ میں دیدئے جائیں۔ جو اختیارات مرکزی حکومت کو شروع میں مل جائیں گے۔ ان سے زائد اس نے اگر حاصل کرنے ہوں۔ یا کوئی نیا صیغہ نکلے جس کا اس سے پہلے خیال نہ ہو۔ تو وہ چند قواعد کے مطابق تمام صوبہ جات ملکر اور مشورہ کے بعد اگر چاہیں۔ تو ان کو عطا کریں گے۔ اس طرز حکومت میں ہر اک صوبہ اپنے طور پر ترقی کرنے کا پورا اختیار رکھے گا۔ اسلامی صوبے بغیر ہندو مرکزی حکومت کی دخل اندازی کے خوف کے آزادی سے ترقی کرسکیں گے۔ اور ہندو صوبے اپنی جگہ ترقی کرسکیں گے۔ اگر کہو کہ ہندو صوبوں میں مسلمانوں پر ظلم ہوا تو اس صورت میں اس کی اصلاح کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرکزی حکومت تو ہندو وہی اگر اس کے ذریعہ سے مسلمانوں نے کیا کر لینا ہے۔ اگر ہندو ان کی بات سننے پر تیار ہونگے۔ تو وہی اثر جو مرکزی حکومت پر ڈالتا ہے۔ اس صوبہ کی حکومت پر ڈالا جا سکتا ہے۔ جس میں جھگڑا پیدا ہوگا۔ لیکن مرکزی حکومت کو حکومت کا حق دیدینے میں تو مسلمانوں کے لئے کوئی صوبہ بھی آزاد نہ رہے گا۔ اس آزاد حکومت کا یہ بھی اثر ہوگا۔ کہ مرکزی حکومت بھی ظلم کرتے ہوئے ڈریگی۔ کیونکہ وہ جانے گی کہ اس کے اختیار کی وسعت صوبہ جات کی رائے پر ہے۔ اگر وہ کسی خاص مذہب کے صوبہ کو دق کریگی تو اسے بھی حقوق کے ملنے میں مشکل ہوگی۔ اس صوبہ جات کی نگرانی میں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آٹھ یا نو ہندو صوبوں کے مقابل میں پانچ مسلمان صوبے ہونگے۔ اور آبادی کی نسبت سے مسلمانوں کا حق زیادہ ہو جائے گا۔ یعنی ثلث سے بھی زیادہ اور اختیارات کی وسعت کے سوال کے متعلق دوسری حکومتوں کی طرح یہ قانون بنانا ہوگا کہ تین چوتھائی صوبوں کی مرضی پر اختیارات وسیع ہوسکتے ہیں۔ اور اس طرح مسلمانوں کا زور بہت حد تک مؤثر ہوگا ۔

مسلمانوں کا فیڈرل حکومت کا مطالبہ جائز ہے

یہ بتانے کے بعد کہ مسلمانوں کا یہ مطالبہ ضروری ہے اور بلاوجہ نہیں۔ اور یہ کہ اس کے بغیر مسلمانوں کے حقوق ہرگز محفوظ نہیں رہتے۔ اور نہرو رپورٹ کا اس مطالبہ کو رد کرنا گویا مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت سے انکار کرنا ہے۔ اب میں اس امر پر روشنی ڈالتا ہوں۔ کہ کیا یہ مطالبہ جائز ہے سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جواز پر دو طرح غور کیا جا سکتا ہے۔ اوّل:۔ کیا اس مطالبہ سے کسی اور کے حقوق پر زد پڑتی ہے دوم:۔ کیا ملک کی ترقی اور نشو و نما کے لئے یہ مطالبہ مضر ہے اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی ثابت ہو تو ہمیں اس مطالبہ کے پورا ہونے پر مسلمانوں کے فوائد اور اس کے مقابل پر ملک یا دوسری اقوام کو جو نقصانات پہنچ سکتے ہیں ان کا موازنہ کرنا پڑیگا۔ پہلا سوال کہ کیا اس مطالبہ کے پورا کرنے سے کسی کو نقصان پہونچ سکتا ہے۔ اس جگہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیڈرل حکومت کے قیام میں کسی قوم کو نقصان نہیں پہونچتا۔ ہندوؤں کی اس ملک میں کثرت ہے۔ مرکزی حکومت میں ان کی کثرت ہی رہیگی۔ باقی رہے صوبہ جات انہیں بھی جو صوبے ہندو اکثریت والے ہیں۔ ان میں ہندوؤں کی کثرت رہیگی۔ اور جو مسلمان اکثریت والے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کی اکثریت رہیگی۔ پس اس انتظام میں نہ ہندوؤں کا کوئی نقصان ہے۔ اور نہ کسی قوم کا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس مطالبہ کے پورا کرنے میں کسی کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اور یہ مطالبہ مسلمانوں کا کسی رعایت کا مطالبہ نہیں ہے۔ بلکہ بغیر کسی رعایت کے اپنے حق کی حفاظت کا مطالبہ ہے۔ اور اگر ہندو انہیں **ایسے حقوق بھی دینے کے لئے تیار نہیں۔ جن میں انہیں کوئی قربانی نہیں کرنی پڑتی۔ صرف اقلیتوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ تو انہیں یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ کہ اقلیتیں ان کے ساتھ مل** جائیں گی ۔

فیڈرل طرز حکومت ترقی میں روک نہیں

دوسرا سوال یہ ہو سکتا ہے۔ کہ کیا یہ مطالبہ ملک کی ترقی کے راستہ میں تو روک نہ ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کا اصول کوئی غیر مجرب اصول نہیں ہے۔ بلکہ ایک لمبے عرصہ سے اس کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اور یہ بہترین اصول ثابت ہوا ہے۔ برٹش امپائر بھی درحقیقت ایک قسم کا فیڈریشن ہے۔ کہ جس کے آزاد حصوں کے کام میں مرکزی حکومت کوئی دخل نہیں دیتی۔ لیکن سب سے بہتر تجربہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہوا ہے۔ ان ریاستوں کی گورنمنٹ کی ابتداء ہی فیڈرل اصول پر ہوئی ہے۔ اور برابر یہ گورنمنٹ ترقی ہی کرتی چلی جا رہی ہے۔ اس وقت سب سے مالدار حکومت یہی ہے۔ بلکہ سب سے زیادہ طاقتور بھی۔ پچیس سال کی بات ہے۔ کہ انگریزی حکومت سب سے بڑی دو بحری حکومتوں کے بیڑوں سے بڑا بیڑا بناتی تھی۔ لیکن آج اس وسیع حکومت کو ریاستہائے متحدہ کے مقابلہ سے پیچھے ہٹنا پڑا ہے۔ اور کل ہی کی بات ہے کہ ایک لیبر لیڈر نے تقریر میں کہا۔ کہ کیا کوئی حکومت پاگل ہوئی ہے۔ کہ خواہ مخواہ ریاستہائے متحدہ کو ناراض کر کے اپنے آپ مشکلات میں ڈال لیگی۔ پس باوجود اس کامیاب تجربہ کے کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ فیڈرل حکومت سے گورنمنٹ طاقت نہیں پاتی۔ ریاستہائے متحدہ کے علاوہ جنوبی افریقہ۔ آسٹریلیا اور سوئٹزرلینڈ میں بھی اسی قسم کی حکومت ہے۔ گو آسٹریلیا اور ساؤتھ افریقہ کی حکومتوں پر انگریزی طرز حکومت کا اثر پڑا ہے۔ اور سوئٹزرلینڈ نے ملک کے چھوٹا ہونے کے سبب سے بعض ایسے قوانین بنائے ہیں۔ کہ وسیع ملک میں ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مگر بہرحال یہ حکومتیں فیڈرل اصول پر ہیں۔ اور کامیاب طور پر چل رہی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور نئی حکومت ہے یعنی زیگوسلویکا جس میں نئی قسم کا تجربہ کیا گیا ہے۔ یعنی سارے ملک میں تو فیڈریشن نہیں ہے۔ لیکن روتھینیا کے علاقہ کو ان لوگوں کے خوف کی وجہ سے کامل خود اختیاری حکومت دیدی گئی ہے۔ جس کو کبھی مٹا نہ سکنے کا عہد زیگوسلویکا نے کیا ہے مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ **اگر اسی طریق پر ہندو راضی ہو جائیں یعنی پانچوں مسلم صوبے فیڈریشن کے اصول پر ہندوستان سے ملحق رہیں۔ اور ہندو صوبے مضبوط مرکزی حکومت کے ماتحت رہیں۔** (اور جس طرح روتھینیا والوں نے یہ اقرار کیا تھا۔ کہ وہ ان معاملات میں مرکزی پارلیمنٹ میں دوسرے صوبوں کے متعلق رائے نہ دیں گے جن امور میں کہ ان کے صوبے میں مرکزی حکومت دخل نہیں دیتی۔ مگر زیگوسلویکا نے ان کے اس اقرار کے باوجود اپنے معاملات میں رائے دینے کا انہیں حق دیکر ایک بے نظیر وسعت حوصلہ کا ثبوت دیا ہے۔) اسی طرح مسلمان بھی شوق سے یہ عہد کر لیں گے۔ کہ جو اختیارات مسلم صوبہ جات اپنے لئے محفوظ رکھیں گے۔ ان میں ان صوبجات کے نمائندے دوسرے صوبوں کے کاموں میں دخل نہ دیں گے ۔

ہندوستان کی فیڈریشن کیسی ہو

گو یہ موقع نہیں۔ کہ میں اس امر کے متعلق کچھ بیان کروں کہ ہندوستان کی فیڈریشن کیسی ہو۔ لیکن چونکہ ممکن ہے۔ بحث میں بعض نقائص کو لوگ پیش کریں۔ اس لئے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ہندوستان کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندوستان میں ریاستہائے متحدہ کا طریق زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ملک بھی ہندوستان کی طرح وسیع ہے۔ اور اس میں مختلف نسلیں اور مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں۔ ہاں یہ شرط ہونی چاہیئے۔ کہ کوئی صوبہ فیڈریشن سے آزاد نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ صرف وہی اختیارات مرکزی حکومت کو دئے جائیں۔ جو امریکہ میں دئے گئے ہیں۔ بلکہ ان سے زائد اختیارات دئے جا سکتے ہیں۔ ہاں اس امر کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ کہ صوبہ جات کے اندرونی نظم و نسق میں خلل نہ آئے۔

مسلمانوں کی موت وحیات کا سوال

میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں یہ بات ثابت کر چکا ہوں۔ کہ فیڈریشن کا سوال مسلمانوں کے لئے موت اور حیات کا سوال ہے۔ اور یہ بھی کہ فیڈریشن کے اصول کو تسلیم کر لینے میں ہندوؤں کا کوئی نقصان نہیں۔ اور سیاستاً اس قسم کی حکومت میں کوئی خرابی نہیں۔ اور اس لئے اس حصہ کو ان فقرات پر ختم کرتا ہوں۔ کہ مسلمان یاد رکھیں۔ کہ ان کے سب مطالبات میں سے وزنی مطالبہ یہی ہے۔ اگر اسے وہ حاصل کرلیں۔ تو باقی مطالبات میں کوئی نقص رہ بھی جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس مطالبہ میں اگر کوئی نقص رہ گیا۔ تو پھر ان کے لئے کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہر ایک شر سے محفوظ رکھے ۔

مسلمانوں کا دوسرا مطالبہ

تین نئے اسلامی صوبوں کا قیام

دوسرا مطالبہ مسلمانوں کا یہ تھا۔ کہ تین نئے اسلامی صوبے قائم کئے جائیں۔ اس طرح کہ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو وہی حقوق دیئے جائیں۔ جو دوسرے صوبوں کو حاصل ہیں۔ اور سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے ایک کامل طور پر با اختیار صوبہ بنا دیا جائے۔

نہرو کمیٹی نے اس مطالبہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ صوبۂ سرحدی کو دوسرے صوبوں کی طرح حقوق دیدیئے جائیں۔ بلوچستان کے متعلق ایک چیستان سی ہے۔ بعض حصص رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق آزادی اسے ملیگا۔ لیکن جس جگہ حق کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ وہاں اس صوبہ کا ذکر نہیں ہے۔ نہ معلوم بھول گیا ہے یا جان کر چھوڑ دیا گیا ہے ایک صوبہ کا صوبہ بھول جانا ایک ایسی کمیٹی کے لئے جو خاص سیاسی امور کے تصفیہ کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ قابل تعجب ضرور ہے۔

سندھ کی علیحدگی کے رستہ میں شرائط کے روڑے

سندھ کے متعلق نہرو رپورٹ ان شرائط سے آزادی کا وعدہ کرتی ہے۔ کہ (اول) اس کی مالی حالت ایسی ثابت ہو جائے۔ کہ وہ اپنا بوجھ اٹھا سکے۔ صفحہ ۶۸۔ یا اس کے باشندے یہ اقرار کرلیں۔ کہ وہ حکومت کا بوجھ اٹھالیں گے۔ صفحہ ۶۷۔ بہ شرطیکہ وہ بوجھ نہرو کمیٹی کی رپورٹ کرنے والوں کے ارادوں کے مطابق ہو۔ صفحہ ۶۹۔ (دوم) کوئی اور روک پیدا نہ ہو جائے۔ جس کا ازالہ ناممکن ہو۔ صفحہ ۶۹۔ (سوم) وہ یہ بھی اشارہ کرتے ہیں۔ اور پھر اس اشارہ کو چھپانا چاہتے ہیں۔ کہ سندھ کو علیحدہ صوبہ بنانے کے یہ معنی نہ ہونگے۔ کہ وہ پوری طرح آزاد صوبہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ

"ہمیں یہ بھی کہہ دینا چاہئے۔ کہ ایک صوبہ کی علیحدگی کے یہ معنی نہیں۔ کہ ضرور اس کی اقتصادی زندگی بھی علیحدہ کر دی جائے۔ نہ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ سب اعضائے گورنمنٹ اس کے لیئے نئے بنائے جائیں۔ مثلاً یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ ایک ہائیکورٹ ایک سے زیادہ صوبوں کا کام کرے"۔ صفحہ ۶۸

سندھ کبھی آزاد نہ کیا جائے گا۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کے مطالبہ کو پورا کرنے کا نتیجہ تو یہ ہوگا۔ کہ پنجاب۔ بنگال۔ سندھ۔ بلوچستان اور صوبہ سرحدی کو کامل آزادی حاصل ہو جائے گی۔ لیکن نہرو رپورٹ کے مطابق کم سے کم بنگال میں اسلامی عنصر کو کمزور کر دیا جائے گا (جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤنگا) صوبہ سرحدی کو کامل آزادی ملے گی۔ بلوچستان کے متعلق ان کی رائے ظاہر نہیں ہوئی۔ سندھ کی آزادی مشتبہ ہے کیونکہ ان کے مطالبات ایسے ہیں۔ کہ جن کی وجہ سے نتیجہ قوی ہوتا ہے کہ سندھ کبھی آزاد نہیں کیا جائیگا۔ اور اگر آزاد کیا جائیگا تو اس صورت میں کہ اس کی آزادی صرف نام کی ہوگی۔ اول تو ان کا یہ قول کہ کوئی غیر معمولی سبب پیدا نہ ہو جائے۔ تو سندھ کو آزاد کرنے میں کوئی روک نہ ہوگی۔ ایک اشارہ ہے۔ ہندو ایجی ٹیٹر کو کہ اس وقت شور نہ مچاؤ۔ سندھ کی آزادی تمہارے ہی بھائیوں کے اختیار میں ہوگی۔ اور وہ اس میں پوری روک ڈالیں گے۔ میں اسے ایک خدا پرست انسان کا اظہار عقیدت نہیں قرار دے سکتا۔ جو آئندہ کے کام میں خدا تعالے کی قدرت کے ظہور کا راستہ کھلا رکھتا ہے۔ اور کسی آئندہ کی بات پر یقینی اور قطعی رائے ظاہر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہ انشاء اللہ کی قسم کا جملہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو اس مقام کے سوا دوسرے مقامات پر بھی وہ ایسے ہی جملے استعمال کرتے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔ وہ کرناٹک کی علیحدگی کے متعلق اس رضا بر قضا کے عقیدہ کا اظہار نہیں کرتے۔ وہ اپنی اور سفارشوں کے متعلق (اور نہرو رپورٹ ہے ہی آئندہ کے متعلق) کسی جگہ پر یہ فقرہ استعمال نہیں کرتے۔ پس اس جگہ ان الفاظ کا استعمال صاف بتاتا ہے۔ کہ یہاں خدا تعالے کے مقابلہ میں اپنی بے بضاعتی کا اقرار نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی طاقت کا مظاہرہ ہے۔

سندھ کی مالی حالت کی شرط

اسی طرح وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ مالی حالت سندھ کی اس قابل ثابت ہو۔ کہ وہ آزاد کیا جا سکے۔ یا وہاں کے لوگ بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ تب سندھ کو آزاد کیا جائیگا۔ یہ شرط بھی ایسی ہے۔ کہ اس میں آئندہ کے لئے سندھ کی آزادی میں روک ڈالنے کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ کیونکہ بالکل ممکن ہے۔ کہ مالی کمیشن سندھ کو آزادی کے قابل قرار ہی نہ دے۔ اور سندھ کے لوگ جب بوجھ اٹھانے پر آمادگی ظاہر کریں۔ تو ان کے لئے ایک ایسی حکومت کی تجویز پیش کی جائے۔ جس کی بار برداری ان کے لئے ناممکن ہو۔ کیونکہ سندھ کے ہندو مسلمانوں کے اجتماعی مطالبہ کے جواب میں کمیشن والے خود لکھ چکے ہیں۔ کہ ہم یہ نہیں کر سکتے۔ کہ تمہاری مالی حالت کو مدنظر رکھ کر ایک ایسی گورنمنٹ کی تجویز کو منظور کرلیں جو تمہاری مالی حالت کے مطابق ہو۔ صفحہ ۱۶۹۔ پس ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ سندھ کی آزادی کے راستہ میں ہر قسم کی روکیں ڈالی جائیں گی۔ اور تسلیاں جو دی گئی ہیں۔ صرف طفل تسلیاں ہیں اس سے زیادہ ان کی حقیقت نہیں ہے۔ کسی کا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ بدظنی کیوں کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ پرائیویٹ معاملہ نہیں ہے۔ قومی سمجھوتہ ہے۔ اور قومی سمجھوتوں میں ہر ایک نقطہ کا دیکھنا اور اس پر غور کرنا فرض ہے۔ اور جو ایسا نہیں کرتا۔ وہ قومی غدار ہے۔ نہ کہ حسن ظن کرنے والا مومن۔ آگے معاہدات کے الفاظ کی جانچ پڑتال نہ کرنے کے سبب سے ترکی اور عرب اور ایران اور مصر سخت نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اور یہ بدظنی نہ ہوگی۔ اگر پچھلے واقعات سے مسلمان فائدہ نہ اٹھائیں۔ اور ان سے درس عبرت نہ لیں۔

سندھ کو کیسی آزادی دی جائیگی

تیسری بات جس کی طرف کمیٹی نے اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ضروری نہیں۔ کہ سندھ پوری طرح آزاد کیا جائے۔ کیونکہ آزادی کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ اقتصادی آزادی بھی اسے حاصل ہو۔ اور تمام محکمہ جات گورنمنٹ بھی اسے حاصل ہوں۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ اقتصادی آزادی حاصل نہ ہو۔ تو وہ صوبہ آزاد کس طرح کہلا سکتا ہے۔ اصل چیز جس کے لئے الگ حکومتیں قائم کی جاتی ہیں۔ وہ تو ہے ہی اقتصادی اور تمدنی آزادی سیاست تو اس آزادی کے حصول کا ذریعہ ہے چونکہ آزاد سیاست کے بغیر آزاد اقتصادی نشو و نما حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے لوگ آزاد سیاست کی جستجو کرتے ہیں۔ پس اقتصادی زندگی کو کسی دوسرے صوبہ کے ساتھ وابستہ کرنے کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ اسے آزادی نہ دی جائے۔

میں افسوس سے اس امر کا اظہار کرنے پر مجبور ہوں۔ کہ سندھ کے سوال کے متعلق جو کچھ کمیشن نے لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پہلے تو سندھ کو مالی سوال پر آزادی سے محروم کیا جائیگا۔ اگر وہاں کے لوگ مالی بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہوئے۔ تو پھر ایسی وزنی مشینری حکومت کی ان کے سامنے پیش کی جائے گی۔ جسے وہ قبول نہ کر سکیں۔ اور جب سندھ مایوس ہو جائے گا۔ تو اس وقت اس کے سامنے وہ تجویز پیش کی جائیگی۔ جس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ

"ہمیں یہ بھی کہہ دینا چاہیئے۔ کہ ایک صوبہ کی علیحدگی کے یہ معنی نہیں۔ کہ ضرور اس کی اقتصادی زندگی بھی علیحدہ کر دی جائے۔ نہ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ سب اعضاء گورنمنٹ اس کے لئے نئے بنائے جائیں۔ مثلاً یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ ایک ہائیکورٹ ایک سے زیادہ صوبوں کا کام کرے"۔ صفحہ ۶۸

اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ ایک مایوس شدہ صوبہ جب ساری نہ ملے گی۔ تو آدھی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اور سندھ کی حکومت ایک نیم آزاد صوبہ کی سی قرار پا جائے گی۔

بنگال میں مسلمانوں کی میجارٹی کس طرح توڑی جائیگی

میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں۔ کہ نہرو کمیٹی نے بنگال میں مسلمانوں کی میجارٹی کو توڑنے کا بھی ایک دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اب میں اس پر کسی قدر روشنی ڈالتا ہوں۔ رپورٹ کے صفحہ ۶۳ پر لکھا ہے:۔

"ہمارے شریک کار مسٹر سوبھاش چندرا بوس تسلی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اڑیا بولنے والے علاقے آپس میں ملا دینے چاہئیں۔ اور اگر مالی طور پر ممکن ہو۔ تو ان کا ایک جداگانہ صوبہ بنا دینا چاہئیے۔ اسی طرح ان کی رائے یہ بھی ہے۔ کہ آسام۔ اڑیسہ اور بہار میں بنگالی بولنے والے علاقوں کا مطالبہ کہ انہیں بنگال سے ملا دیا جائے۔ ایک معقول اور جائز مطالبہ ہے"۔

مسٹر سوبھاش چندرا بوس کے اس مطالبہ کے متعلق کمیشن نے ہوشیاری سے بحث نہیں کی۔ کیونکہ فتنہ خوابیدہ کو جگانے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن انہوں نے اس خیال کو پیش کر کے آئندہ کے لئے راستہ کھول دیا ہے کیونکہ وہ اپنی رپورٹ میں خود یہ فیصلہ کر چکے ہیں۔ کہ صوبہ جات کی نئی تقسیم "زبان اور کثرت آبادی کی خواہش کے مطابق (صفحہ ۶۲) ہونی چاہیئے"۔ اور یہ امر تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ان لوگوں کی زبان بنگالی ہے۔ اور ان کی خواہش بھی ہے۔ کہ اپنے بنگالی بھائیوں سے انہیں ملا دیا جائے۔ پس جبکہ اس فقرہ کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے کہ یہ بات ضروری ہے۔ کہ صوبہ جات کی تقسیم نئے سرے سے ہونی چاہیئے (رپورٹ صفحہ ۶۱) تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ بنگال کی ایسی تبدیلی کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ کہ جس میں ہندو عنصر مسلمانوں سے زیادہ ہو جائیگا۔

پنجاب کی مسلم اکثریت کو خطرہ

اس فقرہ سے کہ "یہ بات تو واضح ہے۔ کہ صوبہ جات کی تقسیم نئے سرے سے ہونی چاہیئے"۔ پنجاب بھی باہر نہیں۔ اور اس کی داغ بیل اگر رپورٹ لکھنے والوں کے ذہن میں نہ تھی۔ تو اب بعد میں پڑنے لگ گئی ہے۔ چنانچہ پنجاب کی نیشنل پارٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ پنجاب کے متعلق انہیں نہرو رپورٹ کا فیصلہ منظور ہے۔ بہ شرطیکہ مغربی اضلاع صوبہ سرحدی میں شامل کر دئے جائیں۔ اور میرٹھ کمشنری پنجاب میں (سول اینڈ ملٹری گزٹ) یعنی انہیں یہ فیصلہ اس صورت میں منظور ہے کہ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت کو توڑ کر ہندو اکثریت کر دی جائے۔ یہ تجویز نہ معلوم کب تک زور پکڑے۔ مگر بہر حال اب عملی سیاست کے صفحات پر آگئی ہے۔ اور ہندو مرکزی اکثریت اگر ایسا کرے تو اس میں کیا روک ہو سکتی ہے۔

نہرو رپورٹ نے مسلمانوں کو کیا دیا

پس موجودہ صورت حالات یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے چاہا تھا۔ پنجاب بنگال سرحدی صوبہ سندھ اور بلوچستان آزاد اور خود مختار اسلامی صوبے ہوں۔ نہرو رپورٹ سندھ کو ایک نیم آزاد حکومت دینا چاہتی ہے۔ بنگال کی اسلامی اکثریت کو ہندو اکثریت میں تبدیل کر دینے کا اشارہ کرتی ہے۔ اور اپنے پیش کردہ اصول کے مطابق اسے ناقابل مطالبہ قرار دیتی ہے۔ پنجاب کے متعلق ایک ایسی ہی تحریک شروع ہو گئی ہے جس کا روکنا مسلمانوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ پس نہرو رپورٹ کے نتیجہ میں ایک نیم آزاد سندھ ایک ہندو بنگال ایک ہندو پنجاب مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ باقی رہے صوبہ سرحدی اور بلوچستان سو بلوچستان کا معاملہ مشکوک ہے۔ اگر وہ آزاد بھی کر دیا جائے۔ تو دو چھوٹے چھوٹے صوبے مسلمانوں کے قبضہ میں رہ گئے جو زیادہ سے زیادہ ایک عبرت ناک ہجرت کے لئے راستہ کا کام دے سکتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو یہ یاد دلانے کے کام آئیں گے۔ کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے تمہیں دیا تھا۔ اسے آنکھیں بند کر کے کھو دینے کی سزا میں اب تم ادھر سے ہی واپس چلے جاؤ جدھر سے تم آئے تھے۔

مسلمانوں کے مطالبہ کی معقولیت

مسلمانوں کے مطالبہ اور نہرو رپورٹ کی تجویز میں فرق بتانے کے بعد اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ کیا مسلمانوں کا مطالبہ ضروری تھا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر کی ضرورت کو تمام دنیا تسلیم کر چکی ہے۔ کہ جن اقوام کے مذہب اور تمدن میں اختلاف ہو۔ انہیں آزاد نشوونما کا موقع ضرور ملنا چاہیئے۔ ورنہ فساد اور فتنہ کا دروازہ وسیع ہو جاتا ہے اور صلح اور امن حاصل نہیں ہوتا۔ یورپ میں جہاں جہاں زبان اور تمدن کا اختلاف ہے۔ ان علاقوں کو الگ علاقہ کی صورت میں نشوونما پانے کا موقع دیا جاتا ہے۔ زیکوسلویکیا کا واقعہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اس میں روتھینیا کو الگ اور اندرونی طور پر آزاد حکومت عطا کی گئی ہے۔ ریاستہائے متحدہ کی ریاستوں کا قیام بھی اسی اصل پر ہے۔ کہ چونکہ وہ الگ الگ پہلے سے قائم تھیں۔ اور ہر اک کا ایک خاص طریق تمدن قائم ہو چکا تھا۔ اور مذہب کا بھی اختلاف تھا۔ اس لئے ریاستوں کو توڑ کر ایک حکومت قائم کرنے کی بجائے انہیں علیحدہ ہی رہنے دیا گیا پس یہ مطالبہ بالکل عقل کے مطابق ہے۔ اور اس کی ضرورت مسلمانوں کو یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص تمدن اور اپنی روایات کو قائم رکھ سکیں۔ اور ان کی قومی روح تباہ نہ ہو جائے۔ جو ضرورت ہندوستان کو انگریزی اثر سے آزاد ہونے کی ہے۔ وہی ضرورت مسلمانوں کو ان کی کثرت رکھنے والے صوبوں میں ایک حد تک آزاد رہنے میں ہے۔ اگر یہ ضرورت غیر حقیقی ہے۔ تو پھر ہندوستان کی آزادی کی ضرورت بھی غیر حقیقی ہے۔ مگر میں تفصیل سے اس بحث پر یہاں نہیں لکھ سکتا۔ کیونکہ اس کے دلائل محفوظ نشستوں کی ضرورت کے دلائل سے ملتے ہیں۔ اور اس کا ذکر آئندہ ہو گا۔ پس اُس جگہ میں اس پر زیادہ تفصیل سے بحث کروں گا

مسلمانوں کے مطالبہ سے کسی کے حقوق کا اتلاف نہیں

اب رہا یہ سوال کہ کیا یہ مطالبہ جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حقوق کے لحاظ سے بھی اور سیاست کے لحاظ سے بھی یہ مطالبہ بالکل جائز ہے۔ حقوق کے لحاظ سے اس لئے کہ اس میں کسی کے حق کا اتلاف نہیں۔ صوبہ سرحدی کو نیابتی حکومت نہ دینے میں سرحدیوں کے حقوق کا اتلاف ہے۔ اسی طرح سندھ جس کی نسبت خود رپورٹ والے تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ اس کی زبان علیحدہ ہے۔ اس کا تعلق بمبئی سے مصنوعی ہے بمبئی تک لوگوں کا پہنچنا بہت مشکل ہے۔ اس کی آزادی میں کسی کا حق کس طرح مارا جا سکتا ہے۔ اگر حق مارا جاتا ہے۔ تو سندھ کو الگ نہ کرنے کی صورت میں سندھیوں کا مارا جاتا ہے۔ بلوچستان پہلے ہی ایک علیحدہ صوبہ ہے۔ پس اسے نیابتی حق دینے میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

سندھ کی آزادی اور ہندو

دو باتیں ہیں جنہیں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس تغیر میں ان ہندوؤں کا نقصان ہے۔ جو ان صوبوں میں بستے ہیں۔ کیونکہ اس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں انہیں نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ لیکن یہ کوئی نقصان نہیں۔ اگر یہ دلیل درست ہے۔ تو پھر بمبئی مدراس۔ یو۔ پی بہار وغیرہ صوبوں کو بھی حق نہیں ملنے چاہئیں۔ کیونکہ وہاں مسلمانوں کی اقلیت کو ایسا ہی خوف ہو سکتا ہے۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو زیادہ خوف ہے۔ کیونکہ مرکزی حکومت گو فیڈرل اصول پر ہو۔ پھر بھی ایک بہت بڑا وزن رکھیگی۔ اور اس میں اکثریت ہندوؤں کی ہو گی۔ دوسری بات یہ کہی جا سکتی ہے۔ کہ سندھ پر بمبئی کا بہت کچھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ اس لئے اسے آزادی کا حق نہیں۔ یہ جواب بھی درست نہیں۔ یہ تو ویسا ہی جواب ہے۔ جیسا کہ بعض انگریز کہتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں ہمارے تاجر ہیں ہم سرمایہ لگا چکے ہیں۔ اس لئے اسے آزادی نہیں ملنی چاہیئے اگر سندھ پر بمبئی کا اس قدر بھی خرچ ہو رہا ہوتا۔ تو آج بمبئی کے ہندو سندھ کی آزادی پر سب سے زیادہ زور دینے والے ہوتے۔ مگر وہ سب سے زیادہ سندھ کو قابو رکھنا چاہتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ گو ظاہر میں بمبئی سندھ پر روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ لیکن اصل میں وہ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں کیا اس میں شک ہے۔ کہ کراچی جیسا بندر موجود ہوتے ہوئے سندھ مالی ترقی نہیں کر سکا۔ اور کیا اس کی یہی وجہ نہیں۔ کہ بمبئی سندھ سے فائدہ حاصل کر رہا تھا۔ اور نہیں چاہتا تھا کہ کراچی ترقی کر سکے۔ تاکہ اس کا فائدہ ضائع نہ جائے۔ غرض بمبئی نے بلا واسطہ اگر سندھ پر ایک روپیہ خرچ کیا ہے۔ تو بالواسطہ اس نے دو کمائے ہیں۔ اور تب ہی اس کی وابستگی اسے اس قدر مرغوب ہے۔ پس یہ دونوں اعتراض باطل ہیں۔ اور کسی کا حق سندھ کے آزاد ہونے میں تلف نہیں ہوتا۔

صوبہ سرحدی اور سندھ کو آزادی دینا سیاستاً ضروری ہے

اب رہا سیاست کا سوال سو سیاستاً ان صوبوں کے آزاد ہونے میں بڑا نفع ہے۔ اور نہ ہونے میں نقصان۔ اگر سندھ کو نیابتی حکومت دیکر علیحدہ صوبہ نہ بنایا گیا۔ تو جیسا کہ خود نہرو رپورٹ نے تسلیم کیا ہے۔ سندھ میں سخت ایجی ٹیشن ہو گا۔ اور ملکی طاقت ضائع ہو گی۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو اگر نیابتی حکومت نہ دی گئی۔ تو ظاہر ہے۔ کہ سرحدی صوبے ہونے کی وجہ سے وہ سرحد پار کی حکومتوں کی سازش کی آماجگاہ بن سکیں گے۔ بہترین سیاسی پالیسی یہی ہوتی ہے۔ کہ سرحدی صوبوں کو خوش رکھا جائے۔ ورنہ ان میں ہمسایہ حکومتیں ریشہ دوانیاں شروع کر دیتی ہیں۔ اور خود ملک کا ایک حصہ اپنی حکومت کے خلاف کھڑا ہو کر اسے کمزور کر دیتا ہے۔ یہ ظاہر امر ہے۔ کہ اگر سرحدی صوبوں کو دوسرے صوبوں کے سے حقوق نہ ملے۔ تو وہ ہندوستان سے ملحق رہنے پر رضامند نہ ہوں گے۔ اور ان کے دل میں خواہش پیدا ہو گی۔ کہ وہ کسی دوسری مملکت سے ملکر اپنی آزادی حاصل کریں۔ پس صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو آزادی نہ دینا بدترین سیاست ہو گی۔ اور ہندوستان کو نہ صرف خانہ جنگی میں مبتلا کر دیگی۔ بلکہ غیر حکومتوں کی چھاؤنیاں اس ملک میں قائم کر دیگی۔

نہرو رپورٹ لکھنے والوں کے دل میں تعصب

میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں کافی بحث کر چکا ہوں۔ کہ تین نئے اسلامی صوبوں کے قیام کے متعلق مسلمانوں کے مطالبات بالکل درست ہیں۔ اور ان کے پورا کرنے میں کسی کی حق تلفی نہیں۔ اور سیاستاً ان کا قائم کرنا ملک کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور ایسے اہم مطالبہ کا پورا نہ کرنا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ نہرو رپورٹ کے لکھنے والوں کے دل تعصب سے خالی نہ تھے اور یہ ظاہر ہے کہ جس وقت تک کثرت کے دل سے تعصب نہ نکلیگا۔ اقلیت بھی اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتی۔

نہرو رپورٹ کے خلاف ہر جگہ کمیٹیاں بنائی اور جلسے کئے جائیں

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۵ ؍ اکتوبر ۱۹۲۸ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

گو ہمارا سلسلہ ایک

مذہبی سلسلہ

ہے۔ اور زیادہ تر ہمارے معاملات مذہب سے وابستہ ہیں۔ اور مذہب کی اشاعت اور ترقی ہمارے سلسلہ کی بنیاد اور قیام کی اصل وجہ ہے۔ لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں۔ کہ گو وہ دنیوی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا اثر دین پر بھی پڑتا ہے۔ اور ان کے درست طور پر وقوع پذیر ہونے کا نتیجہ دین کے لئے مفید اور غلط طور پر ہونے کا نتیجہ دین کے لئے مضر ہوتا ہے۔ پس باوجود اس کے کہ کوئی قوم جو خالص طور پر دین کے لئے وقف ہو۔ اسے اپنے کام کے ضمن میں اور اس کی رعایت کے لئے بعض دنیوی امور کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ اسلام دنیا میں رہتے ہوئے

دنیا سے کلی طور پر انقطاع

کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ دنیا کو بھی مذہب کی سیڑھی قرار دیتا ہے۔ دنیا میں تین قسم کے مذہب پائے جاتے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ یہ دنیا ہی دین ہے۔ بعض دنیا کو دین سے بالکل ایک علیحدہ چیز قرار دیتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص دنیا کی طرف متوجہ ہو۔ تو اُسے دین سے محروم رہنا پڑیگا مگر اسلام ان دونوں کا مخالف ہے۔ وُہ نہ تو دنیا کو دین قرار دیتا ہے۔ اور نہ دنیا کو دین کے مخالف سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ یہ کہتا ہے۔ کہ دنیوی زندگی دینی زندگی کے لئے بطور زینہ ہے۔ دنیوی بہتری و درستی کا تعلق دین سے نہایت ہی گہرا ہے۔ گو وہ دین نہیں۔ جس طرح زینہ چھت نہیں۔ مگر اس کے بغیر چھت پر پہونچنا بھی ناممکن ہے۔ اِسی طرح دنیوی زندگی دینی زندگی کے لئے بطور ایک زینہ کے ہے۔ انسان کی اخلاقی حالت اس سے درست ہوتی ہے۔ جس طرح

روح کی نشو و نما

اور ترقی کے لئے جسم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح مذہب بھی دنیا سے نشو و نما پاتا ہے۔ پس ایک حد تک دنیوی امور کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہوتا ہے جس طرح وہ شخص نادان ہے جو زینہ پر ہی بیٹھا رہے۔ اور چھت پر نہ چڑھے۔ اسی طرح وہ بھی نادان ہے۔ جو زینہ چھوڑ دے اور دیوار پھاند کر چھت پر جانے کی کوشش کرے۔ بعض حالتوں میں زینہ سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ اگر اُسے بالکل چھوڑ دیا جائے۔ تو انسان کامیابی سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اسی کا ہو رہے۔ تب بھی وہ اصل مقصد سے محروم رہتا ہے۔ یہی حال دنیا کا ہے۔ اگر کوئی اسے بالکل چھوڑ دے۔ تو وہ بھی دین کے پانے سے محروم رہیگا۔ اور اگر کوئی بالکل ہی دنیا کا ہو رہے۔ تو وہ بھی محروم رہیگا۔ اسلام نے روح اور جسم دونوں کے لئے عبادت مقرر کی ہے۔ نماز رُوح اور جسم دونوں کی عبادت ہے۔

انسانی جسم کیا ہے؟

یہ دنیا کا نمونہ ہے۔ اسے عالم صغیر کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی بناوٹ ان ساری قوتوں پر حاوی ہے جن سے عالم بنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے عبادت میں جسم کو بھی شامل کیا ہے۔ اگر نماز بغیر جسم کے نہیں ہو سکتی تو مذہب بغیر دنیوی معاملات کے کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ اگر دنیا کے بغیر مذہب قائم کیا جا سکے۔ تو یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ دل میں ہی اللہ اللہ کر لینا فرض نماز سے سبکدوش کر دیتا ہے۔ اور ظاہرا نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ پس دنیا کا ایک حد تک خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا اثر دین پر بھی پڑتا ہے۔ کیونکہ جسم اور روح کی طرح دونوں کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ اگر انسان کے سر میں شدید درد ہو۔ تو نماز میں بھی پوری توجہ نہیں ہو سکتی۔ اور شدید تکلیف کے وقت رقت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ نماز میں دعا کرتے وقت جسم پر

رونے کی حالت طاری

کر لو۔ روح پر خود رقت طاری ہو جائے گی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ یہی حالت دنیا کی ہے۔ اگر دنیا کا امن برباد ہو جائے۔ دنیا میں طوفان برپا ہوں۔ لوگوں میں بے چینی اور پریشانی پھیلی ہوئی ہو۔ تو دین کی اشاعت کے رستے بھی ساتھ ہی بند ہو جائیں گے۔ گویا دنیا کی اچھی حالت دین کی اچھی حالت کے لئے پیش خیمہ ہے۔ اس لئے مومن کا اہم کام دنیا کی اصلاح ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔

انبیاء کا نام مصلح

ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا سے فساد و شر کو دور کرتے ہیں۔ انبیاء کی بعثت اسی وقت ہوتی ہے۔ جب دنیا میں فساد یا تو ظاہر ہو چکا ہو۔ یا ہونیوالا ہو۔ اور وہ اصلاح کے لئے ہی مبعوث کئے جاتے ہیں۔ غرض دنیاوی معاملات سے کلی انقطاع ناممکن ہے۔ جبکہ بنیاد اسلام کے احکام پر ہو۔ اسی وجہ سے بعض دنیاوی معاملات میں ہمیں دخل دینا پڑتا ہے۔ کئی نادان یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہمیں دنیا سے کیا تعلق ہے۔ ہم تو ایک مذہبی جماعت ہیں۔ لیکن وہ نہیں سمجھتے۔ کہ بے شک ہماری تمام توجہ

دین کی اشاعت

کی طرف ہی ہے۔ لیکن دین کی اشاعت دنیا کے امن سے وابستہ ہے پس دنیا میں امن کے قیام کے لئے دنیاوی اصلاح کے لئے کچھ وقت ہمیں ضرور صرف کرنا چاہیئے۔ اسلام نے دنیوی حکومتوں کے قوانین بیان کئے ہیں۔ اگر یہی قاعدہ ہوتا۔ کہ دین اور دنیا کو آپس میں کوئی تعلق نہیں تو حکومت کے متعلق قرآن پاک میں کوئی احکام نہ ہوتے لیکن حالت یہ ہے۔ کہ اس میں ایسے ایسے لطیف امور دنیاوی حکومتوں کے متعلق بیان ہیں۔ کہ دنیا کے بہترین اور عقلمند ان کی برتری کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ دین اور دنیا کا آپس میں

گہرا تعلق

ہے۔

میں پچھلے سال شملہ گیا۔ تو وہاں سابق گورنر صاحب پنجاب نے مجھے بلوایا۔ اور یہ سوال کیا۔ کہ میں ایک مذہبی آدمی ہوں۔ مجھے دنیاوی امور میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا۔ کہ میں نے تمدنی تحریکات کیوں کیں۔ میں نے انہیں بتایا۔ یہ بھی میرا ہی کام ہے۔ کہ میں فیصلہ کروں کونسا کام دنیوی ہے۔ اور کونسا دینی۔ گورنر صاحب کا یہ کام نہیں۔ کہ مجھے بتائیں۔ تمہاری فلاں تحریک دینی ہے۔ اور فلاں دنیاوی۔ وہ خود اپنے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مگر میں اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کرونگا۔ میں جس چیز کے متعلق سمجھونگا۔ کہ اس کا اثر مذہب پر پڑیگا۔ تو اس میں ضرور دخل دونگا۔ غرض دین کے فائدہ کے لئے بعض دنیوی امور میں دخل دینا ضروری ہوتا ہے۔

پچھلے سال میں نے بعض تحریکات میں حصہ لیا تھا۔ اور ان کے متعلق تفصیلاً ان کے اختیار کرنے کی وجوہات بھی بیان کی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے گورنر صاحب کو ان سے واقفیت نہ تھی۔ ورنہ وہ ایسا سوال نہ کرتے۔

اب پھر ایک موقعہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا اسلام کی ترقی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اور وہ

آئندہ حکومت ہند کا سوال

ہے۔ سائمن کمیشن پھر ہندوستان آرہا ہے۔ اور اس نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہندوستان کی آئندہ حکومت کی کیا شکل ہوگی۔ اس موقعہ پر کانگریس کمیٹی نے اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے بعض دوسرے لوگوں نے ایک کمیٹی بنائی۔ جس کے صدر شاید سیکرٹری بھی پنڈت موتی لال صاحب نہرو تھے اور انہی کے نام کی نسبت سے اس کمیٹی کا نام نہرو کمیٹی ہوا۔ اس کمیٹی نے ایک رپورٹ تیار کی ہے۔ اور اس میں ایسی تجاویز پیش کی ہیں۔ جن پر آئندہ حکومت کی بنیاد رکھنے کی صلاح دی ہے۔ اس میں

مسلمانوں کی طرف

سے سر علی امام اور مسٹر شعیب قریشی شامل تھے۔ سر علی امام تو بوجہ بیماری

صرف ایک ہی جلس میں شریک ہو سکے۔ اور شعیب قریشی صاحب کا بیان ہے۔ کہ ان کی باتوں کی کوئی پرواہ ہی نہیں کی جاتی تھی۔ اس میں ایسی تجاویز کی گئی ہیں۔ کہ اگر مسلمان انہیں منظور کر لیں تو ان کی ہلاکت یقینی ہے۔ جو حالت ان کی سپین میں ہوئی تھی۔ وہی یہاں بھی ہو سکتی ہے۔ اور اگر انہوں نے ان تجاویز کو مان لیا۔ تو ہو کر رہے گی۔ چونکہ کوئی مذہبی سلسلہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ ایسے گردوپیش میں نہ ہو۔ جس میں ترقی کا امکان ہو۔ اور چونکہ ان تجاویز پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی

ترقی کے جملہ راستے مسدود

ہو جاتے ہیں اور اس کا ہماری جماعت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کا فرض ہے۔ کہ مسلمانوں کو اس کے متعلق سمجھائے۔ اور آنے والے خطرات سے آگاہ کرے۔ گورنمنٹ بھی

اونچی آواز سے

ہی زیادہ ڈرتی ہے۔ ان کے ہاں چونکہ طرز حکومت ہی پارلیمنٹری ہے جس کے معنی ہی ملک کی آواز کے ہیں۔ اور چونکہ ان کے ہاں طریق ہی یہ ہے۔ کہ کثرت کی بات کو مان لینا۔ اور قدرتی بات ہے۔ کہ جتنا زیادہ شور مچایا جائے۔ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اکثریت اسی طرف ہے پس اگر ہماری جماعت نے دوسرے لوگوں کے ساتھ ملکر اس کے متعلق کوشش نہ کی۔ تو گورنمنٹ حامیانِ رپورٹ کو کثرت خیال کرکے اس کی بہت سی باتوں کو تسلیم کرلے گی۔ اور یہ اسلام کی ترقی کے راستہ میں

ایک خطرناک روک

ہوگی*

میں نے اس رپورٹ کو بغور پڑھا ہے۔ اس میں صاف ایسی باتیں موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے بنانے والوں کی نیت نیک نہیں۔ اور ابھی ان کے ذہن میں ایسی باتیں اور تجاویز ہیں۔ جن سے

اسلام کو نقصان

پہونچایا جا سکتا ہے۔ گو ان میں سے بعض دیانتدار ہیں۔ لیکن دیانت بھی تعصب کے پردہ میں چھپ جاتی ہے۔ میں ان کی دیانت پر حملہ نہیں کرتا۔ لیکن باوجود اس کے میں کہتا ہوں۔ کہ ان کے دل و دماغ پر تعصب کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس لئے وہ ان مضرت رساں باتوں کو جو ملک کے اتحاد کے لئے خطرناک ہیں۔ گزرنے پر تیار ہیں*

پس میں اس خطبہ کے ذریعہ جماعت کے دوستوں کو سوائے ان دوستوں کے جو

گورنمنٹ کے ملازم

ہیں۔ کیونکہ ملازمین سرکار کا سیاسی معاملات میں حصہ لینا ناجائز ہے۔ توجہ دلاتا ہوں۔ کہ جس طرح

راجپال کے مقدمہ

کے وقت انہوں نے دوسرے لوگوں سے ملکر کمیٹیاں بنائی تھیں۔ اسی طرح اب بھی ہر شہر اور ہر قصبہ بلکہ ہر گاؤں میں دوسرے لوگوں سے ملکر جلد سے جلد ایسی کمیٹیاں بنائیں۔ جو نہرو کمیٹی کے خلاف جلسے کرکے لوگوں کو اس کی پیش کردہ تجاویز کے بد اثرات سے آگاہ کریں۔ اور اپنے مخالفین کو بھی دلائل سے قائل کرکے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں۔ وہ جلسے کریں۔ ریزولیوشن پاس کریں۔ اور ان کی نقلیں گورنمنٹ اور مسلم انجمنوں کو بھیجیں*

مسلم لیگ

بے شک ایک اہم سیاسی مجلس ہے۔ اس کا احترام ہونا چاہیئے۔ لیکن اسے یہ حق کہاں سے حاصل ہو گیا۔ کہ برادرانِ یوسف کی طرح اپنے بھائیوں کو جس طرح چاہے۔ فروخت کر دے پھرے۔ وہ یہ دعویٰ کسی صورت میں بھی نہیں کر سکتی۔ کہ ۸ کروڑ مسلمان اس کے غلام ہیں۔ اور انہیں جہاں چاہے۔ اور جس طرح چاہے۔ دوسروں کے ہاتھ بیچدے۔ میں جماعت کے دوستوں کو تاکید کرتا ہوں۔ کہ وہ اس رپورٹ کے خلاف جلسے کریں۔ اور

ریزولیوشن پاس کرکے

ان کی نقول لاہور اور کلکتہ کی مسلم لیگز۔ مقامی گورنمنٹ۔ گورنمنٹ ہند سائمن کمیشن۔ تمام سیاسی انجمنوں اور پریس کو بھیجیں۔ اور گورنمنٹ کو آگاہ کر دیا جائے۔ کہ اگر ان تجاویز پر عمل کرایا گیا۔ تو مسلمان یہی سمجھیں گے کہ ان کے حقوق کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور یہ تحریک اس وقت تک جاری رہنی چاہیئے۔ جب تک ان باتوں کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ میں نے اس کے متعلق ایک مضمون بھی لکھنا شروع کیا ہے۔ جس کی ایک قسط "الفضل" میں شائع ہو چکی ہے۔ اور دوسری بھی ایک دو دن تک شائع ہو جائے گی*

چونکہ یہ رپورٹ انگریزی میں ہے۔ اور ہر کوئی اسے پڑھ کر سمجھ نہیں سکتا اس لئے میں نے اس مضمون میں اس کا خلاصہ اور وہ حصہ جو اسلام سے تعلق رکھتا ہے۔ نکال کر بتایا ہے۔ کہ

مسلم مطالبات کیا ہیں

کس وجہ سے ہیں۔ اور وہ جائز کس طرح ہیں۔ میرا منشاء ہے۔ کہ بعد میں اسے کتابی صورت میں بھی شائع کر دیا جائے۔ اسے مطالعہ کرنے سے ہر مسلمان بغیر اس رپورٹ کو پڑھے موجودہ

سیاسی حالات سے واقفیت

حاصل کرکے اپنی رائے درست کر سکتا ہے۔ بلکہ دوسروں کی رائے کو بھی درست کرنے کی اہلیت اس میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے دوستوں کو اس کی اشاعت میں بھی سرگرمی سے حصہ لینا چاہیئے۔ اس مضمون کو خود پڑھنا اور یاد کرنا اور دوسروں کو پڑھانا اور یاد کرانا چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ جس طرح ہماری جماعت راجپال کیس کے وقت تمام مخالفتوں کو اپنے آگے بہاتی ہوئی نکل گئی تھی۔ اسی طرح اگر اس وقت بھی کوشش کرکے وہ کامیاب ہو گئی۔ تو یہ بھی یقیناً

خدا تعالےٰ کا ایک فضل

ہوگا*

اگر آج کچھ لوگ ہماری مخالفت کریں گے۔ تو یقیناً وہ کل اقرار کرینگے کہ ہم نے ان کو ایسا قدم اٹھانے سے بچا لیا۔ جس کے بعد ہندو مسلمانوں میں کبھی اتحاد نہ ہو سکتا۔ اور مسلمانوں کو

تباہی اور بربادی

سے بچا لیا۔ اور دونوں اقوام کے عقلمند لوگ ہماری تعریف کرینگے۔ اس رپورٹ کی مخالفت کے لئے مسلمانوں میں اور بھی تحریکیں زور و شور سے ہو رہی ہیں۔ لاہور میں ایک

انجمن تحفظ حقوق المسلمین

قائم ہے۔ بہت سے لیڈر بھی مقابلہ کر رہے ہیں۔ لیکن چونکہ ان میں کوئی نظام نہیں۔ اس لئے ان کی کوششیں اسی جگہ تک محدود رہتی ہیں۔ جہاں وہ خود ہوتے ہیں۔ دوسری جگہ کے لوگوں پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن خدا تعالےٰ کے فضل سے

ہمارا نظام

ہے۔ اس لئے ایک جگہ سے جو آواز اٹھتی ہے۔ وہی پشاور سے لیکر آسام تک اور منصوری سے لیکر راس کماری تک ہر جگہ سے بلند ہوتی ہے۔ اور سارے ملک میں شور بپا ہو جاتا ہے۔ ایسا نظام اگر انسان خود پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ تو سینکڑوں سالوں میں بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے

مامور بھیجکر

ہم پر احسان کیا۔ کہ ایسا زبردست نظام منٹوں میں پیدا کر دیا۔ اور جو کام کروڑوں مسلمان سالہا سال میں نہیں کر سکتے تھے۔ وہ خدا کے فضل سے ہم نے کئے ہیں۔

ہمارا مذہبی کام

ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اور خدا نے ہمیں وہ کام کرنے کی توفیق دی ہے۔ جس کا ہزارواں حصہ بھی باقی تمام مسلمان نہیں کر سکے۔ قلیل التعداد سے اتنا کام لینا یہ خدا تعالےٰ کا ایک خاص فضل ہے۔ اسی طرح ہم خدا کے فضل سے دنیاوی معاملات میں بھی بہت بڑا کام کر سکتے ہیں*

پس میں

جماعت کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ اس نظام کو کام میں لا کر تحریک کریں۔ تاکہ اس رپورٹ کے بد اثرات سے مسلمانوں اور گورنمنٹ کو متنبہ کیا جا سکے۔ گورنمنٹ نے چونکہ وعدہ کیا ہوا ہے۔ کہ مسلمانوں کے حقوق کو ان کی مرضی کے خلاف ضائع نہیں ہونے دیگی۔ اور اس رپورٹ سے چونکہ

مسلمانوں کا سراسر نقصان

ہے۔ اس لئے وہ ضرور توجہ کریگی

میں امید کرتا ہوں۔ کہ دوست جلد سے جلد اس کام کو شروع کر دیں گے۔ اور دوسرے لوگوں سے ملکر کمیٹیاں بنائیں گے۔ اور جلسے کرکے ایسے والنٹیر تیار کریں گے۔ جو ان دلائل کو جو اس کی مخالفت اور مسلمانوں کے مطالبات کی تائید میں ہیں۔ سمجھکر ہر جگہ اور ہر مقام بلکہ ہر مجلس میں اٹھتے بیٹھتے انہیں پیش کریں گے۔ تاکہ ہر مسلمان ان سے آگاہ ہو جائے۔ اور ان پر عمل کرے*

پس اشتہاروں۔ جلسوں۔ الفضل کے مضامین اور پھر کتاب شائع ہو جانے کے بعد اس کے ذریعہ ایسے والنٹیر تیار کرکے کمیٹیاں بناکر جلسے کرکے اور ریزولیوشنوں کے ذریعہ سے سب مسلمانوں کو اس کے بد اثرات سے متنبہ کر دیا جائے۔ اور تھوڑے عرصہ میں ہی ایسا ماحول پیدا کر دیا جائے۔ جو اس غبار سے جو اس وقت اٹھ رہا ہے۔ پاک و صاف ہو۔ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ چونکہ دنیاوی معاملات ہمارا اصل کام نہیں۔ اور اس وجہ سے ان میں دخل دیتے ہوئے ڈر ہی لگتا ہے۔ وہ

ہمیں ایسے راستہ پر چلائے

تاکہ ہمارا دین بھی محفوظ رہ سکے۔ اور ہم دنیا کو بھی فائدہ پہونچا سکیں۔ اور جس طرح